اُردو انشاپردازی

ورنیکلر و انگلو ورنیکلر مڈل سکولوں کی جماعت ہفتم کیلئے

مولفہ

چودھری فتح الدین صاحب بی-اے-پی-ای-ایس

انسپکٹر مدارس ملتان ڈویژن

و

مسٹر کے-ایل رلیارام ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول لاہور

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

نے

سنہ ۱۹۲۵ء میں

اپنے مطبع کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام لالہ گوبند رام تال منیجر چھپوایا

تعداد طبع ...۱۰۰۰

قیمت غیر مجلد ۵؍

فہرست مضامین

پہلا حصّہ

خطوطِ نویسی

خط لکھنے میں ہمیشہ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) صفحہ کے شروع میں دائیں کونے پر اپنا مختصر پتہ اور تاریخ درج کرو۔

(۲) القاب صفحے کے درمیانی حصے سے شروع کرو

(۳) القاب ہمیشہ مختصر درج کرو۔ اور عربی اور فارسی کے بڑے بڑے الفاظ لکھنے سے پرہیز کرو۔

(۴) آداب۔ تسلیم و بندگی وغیرہ الفاظ لکھنے کے بعد فوراً ہی اصل مضمون شروع کردینا چاہئے

(۵) خط کا مضمون ختم ہونے پر "زیادہ آداب فقط۔ زیادہ سلام۔ باقی سب خیریت" وغیرہ الفاظ تحریر کرنے چاہئیں۔

(۶) پتہ ہمیشہ صاف اور مکمل لکھنا چاہئے۔
(۷) امتحان کے موقعہ پر خط کا مضمون ہمیشہ مختصر لکھنا چاہئے۔ اور اصل مطلب ہی واضح کرنا ضروری ہے۔

مثال کے طور پر یہ چند خطوط اور عرضیاں لکھی جاتی ہیں۔ طلبا کو چاہئے۔ کہ ان سے فائدہ حاصل کریں۔

(۱) والد صاحب کی طرف چھٹی جماعت میں کامیابی اور ساتویں جماعت کی کتابوں کی ضرورت کے بارے میں خط لکھو:-

از خالصہ سکول لائل پور
۱۵ ستمبر ۱۹۲۵ء جناب والد صاحب

آداب فرزندانہ کے بعد عرض ہے۔ کہ میں چھٹی جماعت سے کامیاب ہوگیا ہوں۔ اور ساتویں جماعت میں میرا نام لکھا گیا ہے۔ پڑھائی باقاعدہ ہو رہی ہے۔ عام طور پر لڑکوں نے کتابیں خرید بھی لی ہیں۔ صرف میں اور دو تین اور لڑکے باقی ہیں۔ آج کل حساب کی کتاب۔ اردو قصباتی۔ جغرافیہ۔ سائنس۔ فارسی اور انگریزی کی سخت ضرورت ہے۔ اور چار کاپیاں بھی خریدنی ہیں براہ مہربانی یا تو خود تشریف لائیں۔ اور کتابیں لے کر دے جائیں۔ یا دس بارہ روپے بھیجدیں تاکہ میں ماسٹر صاحب کو ساتھ لے کر خود خرید لوں۔ زیادہ ادب +

آپ کا پیارا بیٹا
غلام محمد طالب علم جماعت ہفتم

(۲) اپنے ماموں صاحب کو اپنی جماعت میں کمزوری کی شکایت کا جواب اور وجہ لکھو:-

از اسلامیہ سکول

فیروز پور

۱۰ جولائی ۲۵ء

جناب ماموں صاحب

آداب کے بعد عرض ہے۔ کہ آپ کا خط ملا۔ جس میں آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے کہ میں پڑھائی میں بہت کمزور ہوں۔ ماموں جی! میرے متعلق کسی نے بالکل جھوٹی شکایت کی ہے۔ میں بے شک کمزور تو ہوں۔ مگر اتنا نہیں جس قدر آپ نے خط میں ظاہر کیا ہے۔ اور اس کی بھی خاص وجہ ہے۔ میں چھٹی جماعت کا نتیجہ سُن کر نانی جی کے پاس چلا گیا تھا۔ میں نے کئی دفعہ ان سے سکول میں لوٹنے کی اجازت طلب کی۔ اُنھوں نے ایک نہ مانی۔ کہتی تھیں کہ کپڑے بنوا کر بھیجونگی۔ اسی طرح ایک مہینہ تو اُنھوں نے اپنے پاس رکھا۔ یکم مئی کو مدرسہ آیا۔ تو نام خارج تھا۔ پھر داخل ہوا۔ مگر میرے

ہم جماعت کافی آگے نکل چکے تھے۔ اب مدرسہ کا روزانہ کام بھی کرتا ہوں۔ اور ہر روز گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سر توڑ محنت کر کے کمی پوری کرنے کے درپے ہوں۔

امید ہے۔ کہ دس بارہ یوم تک جماعت کے ساتھ مل جاؤنگا۔ پھر آپ سہ ماہی امتحان میں دیکھینگے۔ کہ میں کتنے نمبر حاصل کرتا ہوں آپ ماسٹر صاحب کو خط لکھ کر دریافت فرما سکتے ہیں۔ کہ میں کیسا محنتی ہوں۔ زیادہ آداب

تابعدار

سوہن سنگھ طالب علم جماعت ہفتم

مشن سکول فیروزپور

(۳) پوسٹماسٹر صاحب کی طرف اپنے پتے کی تبدیلی کی نسبت خط لکھو۔

از رنگ محل سکول

لاہور

۲۸، جولائی ۱۹۲۵ء

جناب پوسٹماسٹر صاحب لاہور

تسلیم۔ غرض ہے۔ کہ ہمارا سکول ۲۹، جولائی ۲۵ء

سے ۲۸ ستمبر تک دو ماہ کے لئے بند ہو گیا ہے
اور میں اِن دِنوں اپنے گھر میں رہونگا ۔
براہِ مہربانی آج سے ۲۸ ستمبر تک میرے تمام
خطوط ۔ چٹھیاں ۔ اور پارسل وغیرہ اس پتہ پر بھیجیں +
"رام چند طالب علم بمقام خاص رعیہ ضلع سیالکوٹ"
اور پھر سکول ہذا میں زیادہ آداب

تابعدار

رام چند طالب علم جماعت ہفتم

۴۔ اخبار گلدستہ اپنے نام جاری کرانے کے بارے
میں ایڈیٹر کی طرف خط لکھو :۔

اسلامیہ ہائی سکول
لاہور
۱۱ر جولائی ۲۵ء   جناب اڈیٹر صاحب اخبار گلدستہ

تسلیم ۔ میرے ایک دوست نے مجھے اخبارِ گلدستہ
پڑھنے کو دیا ۔ میں نے شوق سے پڑھا ۔ بخدا
مسرور ہؤا ۔ حظ اٹھایا ۔ اور خوشی خوشی والد صاحب
کے حضور میں پیش کیا ۔ اُنھوں نے میرے لئے
پسند کیا ۔ اور اجازت بخشی ۔ کہ اپنے نام جاری کرالوں
لہذا عرض ہے ۔ کہ اخبار مذکور پتہ ذیل پر ارسال
فرمائیں ۔ ایک سال کا چندہ مبلغ تین روپے بذریعہ

منی آرڈر ارسال کئے جاتے ہیں۔ غالباً خط کے ساتھ ہی پہنچ جائینگے۔ والسلام۔

راقم

کرامت علی طالب علم جماعت ہفتم فریق الف

اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ

لاہور

(۵) کسی خوشی کی تقریب پر دعوتی رقعہ لکھو۔

از لاہور

۸ رمئی ۱۹۲۵ء

مکرمی معظمی بابو غلام رسول صاحب زاد عنایتکم

تسلیم۔ آپ کے ضمیر منیر پر روشن ہو۔ کہ ۲ رجون ۱۹۲۵ء مطابق ۹ ذیقعد ۱۳۴۳ھ کو برخوردار سعادتمند عطا اللہ کی شادی قرار پائی ہے۔ ۳ رجون کو برات گوجرانوالہ جائیگی۔ اور ۵ رجون کو دعوتِ ولیمہ ہے۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ سے امید واثق ہے۔ کہ آپ ۳ رجون کو برات کے ہمراہ ہونگے اور ۵ رجون مطابق ۱۲ ذیقعد بروزِ جمعہ ۸ بجے سے بارہ بجے دوپہر تک غریب خانہ پر تشریف لاکر ماحضر تناول فرمائینگے۔ اور بندہ کی عزت افزائی کریں گے۔ فقط

آپ کا تابعدار
بندہ محمدؐ عالم بزاز
بزازہٹہ لاہور

۶- بڑے بھائی کی طرف خط لکھو- اور مضمون ریاضی میں ترقی کرنے کے طریقے پوچھ بھیجو-

از مڈل سکول لیہ
ضلع مظفر گڑھ
۱۸ر جولائی ۲۵ء

جناب بھائی صاحب

آداب کے بعد عرض ہے- کہ میں پہلے ہی حساب اور الجبرے میں کمزور تھا- اب ساتھ جیومیٹری بھی سیکھنی پڑتی ہے- بہتیری محنت کرتا ہوں ماسٹر صاحب بھی اچھی طرح سے سمجھاتے ہیں مگر خدا کی حکمت- ریاضی کا کوئی مضمون بھی سمجھ میں نہیں آتا- لڑکے کہتے ہیں- کہ آپ ریاضی میں بہت ہوشیار تھے- براہِ مہربانی اطلاع بخشیں- کہ میں ریاضی میں کس طرح محنت کروں- اور کون سے قاعدے استعمال میں لاؤں- جس سے میری یہ کمزوری رفع

ہو جائے۔ اور میں بھی جماعت میں دوسرے لڑکوں کی طرح ہوشیار ہو جاؤں۔ زیادہ اداب

تابعدار

اختر حسن

۷۔ اپنے دوست کو انسپکٹر صاحب کے معائنہ کے حالات لکھو

از گورنمنٹ ہائی سکول
ملتان
۱۸ اکتوبر ۲۵ء

میرے پیارے دوست

بندگی۔ دیکھو بھئی۔ جواب لکھنے میں دیر ہو گئی معاف رکھیں۔ تین دن تو ہمارے سکول کا معائنہ ہی ہوتا رہا۔ پرسوں ایک انسپکٹر صاحب۔ ایک ڈپٹی انسپکٹر صاحب اور چار ان کے اسسٹنٹ تشریف لائے تھے۔ آتے ہی انھوں نے امتحان لینا شروع کر دیا۔ انسپکٹر صاحب خود تو پانچویں جماعت کے کمرے میں چلے گئے اور انگریزی کا امتحان لینا شروع کر دیا۔ باقی صاحبان نے بھی مختلف جماعتیں لے لیں۔ ہمارے کمرے میں ڈپٹی انسپکٹر صاحب تشریف لائے۔ پورا دن دس بجے سے چار بجے تک ذرا بھی فرصت

نہیں ہوئی۔ دو بجے تک تو انگریزی ہی انگریزی
اور پھر حساب۔ اگلے دن دوسرے انسپکٹر
صاحب کی باری آگئی۔ انھوں نے گھنٹہ ڈیڑھ
گھنٹہ تک اردو اور فارسی کا معائنہ کیا۔ پھر
ایک اور صاحب نے جغرافیہ و سائنس پر سوالات
کئے۔ آج تمام جماعتوں کی ڈرل ہوئی۔ اور
خدا خدا کر کے معائنہ سے خلاصی ہوئی۔ ہاں
اس بات کی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ تمام انسپکٹر
صاحبان ہمارے سکول سے بہت خوش ہوئے
ہیں۔ آپ اپنے سکول کے معائنہ کے حالات
سے مطلع کریں۔ زیادہ ادب۔

الراقم

چاند سروپ طالب علم جماعت ہشتم

گورنمنٹ ہائی سکول

ملتان

بخدمت بابو دین محمد صاحب طالب علم جماعت درآید

اسلامیہ سکول جڑانوالہ

ضلع لائل پور

۸- بوٹ فروش کی طرف ایک عمدہ بوٹ بذریعہ پاسل بھیجنے کی بابت خط لکھو:-

جناب من!

تسلیم- چند احباب کی زبانی آپ کی دوکان کے بوٹوں کی تعریف سنی ہے- لہذا قلمی ہے- کہ نمبر ۶ کے بوٹوں کا ایک جوڑا بذریعہ پارسل بھیجدیں- مگر یاد رہے- کہ رنگ سیاہ- بناوٹ دیسی- اور عمدہ ہوں- والسلام

راقم

شاہ دین طالب علم جماعت ہفتم

اسلامیہ ہائی سکول لائل پور

بخدمت ملک نور الہی اینڈ کو بوٹ فروشان درآبد

کشمیری بازار

لاہور

۹- چھوٹے بھائی کی طرف خط لکھو- اور اس میں روزانہ ورزش کے متعلق ہدایات درج کرو

سبز منڈی گوجرانوالہ

۲۲ راکتوبر ۱۹۲۵ء

برخوردار کرم چند

بعد برخورداری کے واضح ہو- کہ تمہارے بہت

سے ہم جماعتوں کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ تم پڑھائی میں ہی محو رہتے ہو۔ اپنی صحت کا بالکل خیال ہی نہیں کرتے۔ دیکھو بھئی! تندرستی ہو۔ تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تندرستی کے لئے ورزش بڑی ضروری ہے۔ اس سے خوراک پورے طور پر ہضم ہو جاتی ہے۔ طاقت بڑھتی ہے۔ بدن چست ہوتا ہے۔ تو پھر تعلیم پر بھی توجہ دی جا سکتی ہے۔ تمہارے تو اسکول میں بھی ورزش کا بخوبی انتظام ہے۔ ڈرل کی گھنٹی میں کبھی غیر حاضری نہ کرو۔ بلکہ شام کو بھی باہر کھلے میدان میں لڑکوں کے ساتھ ضرور کھیلنے جاؤ۔ لڑکوں کا یہی کام ہونا چاہئے کہ پڑھائی کے وقت پڑھیں۔ اور کھیل کے وقت کھیلیں۔ اگر ورزش نہ کرو گے۔ تو ضرور کسی دن بیمار ہو جاؤ گے۔ جس سے پڑھائی وغیرہ کچھ نہ ہو سکیگی۔ امید ہے کہ تم آئندہ میری ان ہدایات پر ضرور عمل کرو گے۔ اور اپنی صحت کا خیال رکھو گے۔ والدعا

راقم

تمہارا بڑا بھائی رام چند

۱۰۔ اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو مذہبی تعلیم اور سوزن کاری کے متعلق ہدایات لکھو۔

از اسلامیہ سکول

قصور

۱۲ اگست ۲۵ء

میری پیاری بہن

دیکھو بہن۔ تمہارے مدرسے بھیجنے سے صرف یہ غرض ہے۔ کہ تمہیں اپنے مذہب سے واقفیت ہو اور کتابیں پڑھنے کی قابلیت ہو۔ بے شک دیگر اخلاقی کتابیں بھی پڑھو۔ لیکن مذہبی کتابوں کی طرف توجہ زیادہ رکھنا۔ اسلام کی پہلی۔ دوسری و تیسری کتابوں کا سلسلہ ضرور مطالعہ کرو۔ اسی طرح اگر مذہبی اور بھی کوئی کتاب مل جائے۔ تو ضرور خریدو۔ اور پڑھو۔ اگر کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے۔ تو اپنی استانی صاحبہ سے سمجھ لو۔ نہیں تو والد صاحب کی طرف خط لکھ کر پوچھ لو۔ علاوہ ازیں سوزن کاری ضرور سیکھتے رہنا۔ زندگی میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ سکول میں محنت کرنا۔ اور گھر میں سوئی کا کام کرتے رہنا۔ شروع شروع میں اکثر چیزیں بگڑینگی۔ مگر آخر میں سب کام درست

ہو جائینگے۔ قطع و برید کا اچھی طرح سے خیال رکھنا چاہیئے۔ حمید کی بہن بڑے اچھے کپڑے سی سکتی ہے۔ جرابیں۔ تولئے۔ رومال۔ وغیرہ سوئی سے ہی بُن لیتی ہے۔ کپڑوں پر دھاگے سے بیل بوٹے بنا سکتی ہے۔ تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ والدعا۔

راقم

تمہارا بھائی رشید

دوسرا حصہ

طریق مضمون نگاری

طلباء کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب کوئی مضمون لکھنا شروع کریں تو پہلے سوچ لیں۔ کہ وہ کیا کیا لکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس مضمون کی بابت وہ کیا کیا جانتے ہیں۔ پھر ان تمام خیالات کو ترتیب وار کر لیں۔ اور ایک خیال

ترتیب وار لکھدیں۔ مضمون لکھنے سے پیشتر اشارات کا قائم کر لینا بہت ضروری ہے۔ اگر طالب علم اشارات قائم کر کے مضمون لکھنا شروع کریں۔ تو بہی مضمون نویسی آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔ ہم ذیل میں چند اصول بیان کرتے ہیں۔ جو اشارات قائم کرنے کے لئے از بس مفید ہیں مثلاً

۱۔ سیر:۔ (ا) کب (ب) سیر کی غرض۔ (ج) تیاری کا ذکر (د) راستہ (ہ) راستہ میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو۔ تو بیان کرو اس) جو فائدہ حاصل ہوا۔ (ص) اختتام ؀

۲۔ اپنا گاؤں یا شہر:۔ (ا) جائے وقوع۔ (ب) نام کی وجہ تسمیہ (ج) کسی خاص عمارت کا ذکر۔ (د) بازار اور سڑکوں کا ذکر۔ (ہ) کسی خاص چیز کا ذکر۔ (س) آبادی تعلیم وغیرہ

۳۔ کسی شخص کی سوانح عمری:۔ (ا) کون تھا (ب) اس کے آباؤ اجداد کا ذکر (ج) کب اور کہاں پیدا ہوا۔ (د) تعلیم اور زندگی کے عام حالات (ہ) وفات۔ (س) ۔ عادات اور ان کا اثر کوئی یادگار وغیرہ۔

۴ کہانی - قصہ یا کوئی معاملہ جو نظر سے گذرے اس پر اشارات قائم نہیں کر سکتے جس طرح کوئی کہانی سنی یا پڑھی ہو - اس کو اسی طرح ترتیب وار لکھدو - اسی طرح جو معاملہ تمہاری نظروں سے گذرا ہو - اس کو اسی طرح الف سے ے تک لکھدو -

۵ - میلہ یا تیوہار :- (ا) کس قوم کا تیوہار ہے - (ب) وقت (ج) اصلیت یا وجہ - (د) تیوہار کی کوئی خاص رسم وغیرہ (ہ) بھیڑ بھاڑ وغیرہ -

۶ - کھیل (ا) کب - کہاں - اور کس موقع پر کھیلا جاتا ہے - (ب) کتنے کھلاڑی مل کر کھیل سکتے ہیں - اور کس طرح - جماعتوں کی تقسیم (ج) کھیل کی خاص خاص اصطلاحات کا ذکر (د) ہار جیت ؛

۷ - موسم - (ا) کون سے مہینے میں یہ موسم شروع ہوتا ہے - (ب) موسم کی خاصیت - (ج) آدمیوں اور نباتات پر اس کا اثر (د) فوائد نقصان - عام اثر ؛

۸ - کوئی چیز - (ا) کس قسم کی ہوتی ہے

(ب) کس استعمال میں آتی ہے۔ (ج) اس کے فائدے۔

۹۔ کوئی درخت:۔ (ا) تنے۔ پتوں اور بیج کا ذکر (ب) بونے کا موسم (ج) فائدے +

۱۰۔ کوئی چوپایہ یا پرندہ۔ (ا) کس قسم کا جانور ہے۔ (ب) خوراک (ج) عادتیں (د) فائدے +

طلباء کو مضمون لکھتے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ اپنا وقت فضول سوچنے میں ضائع نہ کریں۔ مختصر سے اشارات قائم کر کے ان کو پھیلاتے جائیں۔ اور لکھتے جائیں ایک چھوٹی سی بات کو بڑھا دینا معمولی بات ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مضامین میں کسی معاملہ کا بار بار لکھنا بُرا معلوم ہوتا ہے کوشش کی جائے۔ کہ چند سطریں جو لکھی جائیں۔ وہ سلیس اور با محاورہ ہوں۔ امید ہے۔ کہ استاد صاحبان انشا پردازی سکھاتے وقت معاملاتِ مذکورہ پر کافی توجہ فرمائینگے اور کوشش کرینگے۔ کہ طالب علم صاف اور

سلیس اردو لکھا کریں - کتاب ہذا میں جو مضامین درج ہیں - وہ مختلف مضامین کے لئے بطور نمونہ کام آسکتے ہیں ÷

(۱) برسات

یوں تو دو ہی موسم مشہور ہیں - گرمی و سردی - مگر موسمی حالات کے ظہور کی وجہ سے بہار - خزاں - برسات بھی علیٰحدہ شمار کئے جاتے ہیں - برسات کے لفظی معنے اس کے نام سے ہی پائے جاتے ہیں - اصل میں یہ لفظ برکھارت ہے - برکھارت سے برسارت اور پھر برسات رہ گیا - یعنی وہ موسم جس میں بارش ہو - جو وسط جون سے اگست تک رہتا ہے - یہ وہ موسم ہے - جس میں موسمی ہوائیں سمندر سے اٹھ کر ہندوستان کے مختلف علاقوں پر کوہ ہمالیہ سے ٹکرانے کے بعد پھرتی اور چکر کاٹتی رہتی ہیں ÷

بارش کے موسم میں جنگل - باغ - کھتیاں -

مرغزار۔ سرسبز اور لہلہاتے نظر آتے ہیں۔ درخت جو ننگے تھے۔ سب سبزپوش نظر آتے ہیں۔ نئی شاخیں اور کونپلیں پھوٹ آتی ہیں۔ اور عجیب بہار دکھاتی ہیں۔ ہر قسم کی سبزی ترکاری کثرت اور تیزی سے اُگ آتی ہے زمین سیراب ہونے کی وجہ سے قابلِ زراعت ہوجاتی ہے۔ تالاب اور جوہڑ پانی سے لبریز ہوجاتے ہیں۔ دریا طغیانی پر آجاتے ہیں۔ اور جوش و خروش کی وجہ سے ایسے خوفناک نظر آتے ہیں۔ کہ مرغابی بھی نہیں تیر سکتی۔ بجلی کی چمک رعد کی کڑک۔ بادلوں کا جھوم جھوم کر آنا عجب بہار دکھاتا ہے۔ وہ درخت جن پر گرد و غبار تھا۔ اب دلہن کی طرح سبز پوش نظر آتے ہیں۔ مطلع صاف رہتا ہے۔ برسات سے نقصان بھی ہوتے ہیں۔ اس موسم میں حشرات الارض اور زہریلے اجسام کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اکثر جگہ پانی رک کر گندہ اور بدبودار ہوجاتا ہے۔ جس سے ہوا میں تعفن پیدا ہوجاتا ہے۔ مگر تاہم بھی ہندوستان

اور اس کی پیداوار کے لئے بارش کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سچ پوچھو۔ تو ہندوستان کے اِن علاقوں میں بھی جہاں نہریں اور دریا وغیرہ بہتے ہیں۔ بارش پر ہی زندگی کا انحصار ہے اگر برسات ہو تو سماں ورنہ قحط +

سوالات

۱۔ لفظ برسات کی تشریح کرو

۲۔ برسات سے کیا کیا فائدے ہیں؟

۳۔ برسات سے کیا نقصان ہے؟

۴۔ اگر برسات نہ ہو۔ تو کیا نقصان ہوتا ہے؟

۵ کوہ ہمالیہ سے ہندوستان کو کیا فائدہ ہے؟

۲۔ ڈاک خانہ

جب سے سرکار انگریزی نے ڈاک خانہ کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ لوگوں کو بہت آرام ہے دو پیسے کا کارڈ لیتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں۔ پیغام لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح وہ

گھر بیٹھے بٹھائے آدھی ملاقات کر لیتے ہیں۔ اگر مضمون زیادہ لکھنا منظور ہو۔ تو ایک آنہ خرچ کر کے لفافہ بھیجدیتے ہیں۔ ڈاک خانہ سے لوگوں کو وہ وہ آرام حاصل ہیں۔ جو اِس سے پیشتر کبھی خواب و خیال میں بھی نہ تھے قدیم زمانے میں جب یہ سلسلہ نہ تھا۔ لوگوں کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بڑے بڑے امیروں نے تو صرف اسی غرض کے لئے قاصد رکھے ہوئے تھے۔ اور پھر بھی ایک پیغام کے پہنچانے میں کئی کئی ہفتے بلکہ مہینے گذر جاتے تھے۔ مگر بچارے غریبوں کا تو خدا ہی حافظ تھا۔ نہ کسی رشتہ دار کی خبر نہ دوست سے اطلاع۔ اب تو ڈاک خانہ کے طفیل سب کے واسطے آسانی ہے یہاں تک کہ ڈاک خانہ تک بھی جانا نہیں پڑتا۔ گھر ہی بیٹھے بٹھائے۔ کارڈ۔ چٹھیاں۔ منی آرڈر وغیرہ وصول کر لیتے ہیں۔ کیا مجال کہ سرکاری ملازم ذرا بھی بے قاعدگی کریں۔ جس شخص کے نام رجسٹری چٹھی۔ منی آرڈر ہو گا اسی کو ملیگا۔ دوسرا خواہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ ہرگز وصولی کا مستحق قرار نہیں دیا جائیگا۔ اگر کوئی ادنےٰ ملازم ذرا

بھی بے قاعدگی کرے۔ تو اعلےٰ افسروں کی طرف سے خوب ڈانٹا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی سے اپنی خدمات کے عوض انعام وغیرہ بھی نہیں لے سکتے۔

سیونگ بنک کا انتظام بھی اسی سلسلہ کے ساتھ ہے اگر کسی نے روپیہ جمع کرایا ہو۔ تو وہ سود بھی لیتا ہے۔ اور روپیہ بھی حفاظت میں رہتا ہے۔ جب چاہے وصول کرے۔ ڈاکخانہ کی چھوٹی چھوٹی رسیدیں بڑے بڑے قیمتی اشٹامپ سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ الغرض ڈاک خانہ لوگوں کے واسطے از بس ضروری اور مفید ہے۔

سوالات

۱۔ ڈاک خانہ سے کیا آرام ہے؟
۲۔ جب ڈاک کا سلسلہ جاری نہ تھا تو کیا تکلیف تھی؟
۳۔ روپیہ جمع کرانے سے کیا فائدہ ہے؟
۴۔ ڈاک خانہ کا انتظام کیسا ہوتا ہے؟

۳۔ بسنت

(آئی بسنت پالا اڑنت)

ہندوستان میں تمام قسم کے تیوہار کسی نہ کسی

بات پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے تیوہار ہیں جو مذہب کے بانیوں۔ رشیوں۔ مہاراجوں۔ نبیوں۔ ولیوں اور فقیروں کی یادگاروں کو تازہ کرتے ہیں۔ لیکن بسنت ایسا تیوہار ہے جو صرف موسموں کی تبدیلی پر منایا جاتا ہے یہ ہر سال ماہ ماگھ میں طلوع ہونے والے چاند کی پانچویں تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ شاید اسی واسطے اس کو بسنت پنچمی کہتے ہیں۔ بسنت سے پیشتر سردی کا موسم ہوتا ہے۔ اور آدمی سردی کی وجہ سے کسی کام پر پوری پوری طاقت صرف نہیں کر سکتے۔ پرند خوشیاں منانے سے باز رہتے ہیں۔ دیگر حیوان درند۔ چرند۔ سب کو سردی کے اثر نے سُست کیا ہؤا ہوتا ہے۔ نباتات بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اور عام طور پر گل سڑ ہی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں چراگاہیں عموماً برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ مگر جب بسنت کے دن قریب آتے ہیں۔ چراگاہیں سرسبز اور تر و تازہ نظر آتی ہیں۔ چوپائے کلیلیں کرتے

پھرتے ہیں۔ پرندے اپنے گیت گاتے ہیں۔ شہروں کے گردا گرد باغوں۔ جنگلوں اور کھیتوں میں گھاس اور کئی قسم کی سبزیاں اُگ آتی ہیں درختوں میں کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ اور وہ اپنی جوانی کا رنگ دکھاتی ہیں +

بسنت کا لفظ ہی کیسا دل پسند ہے۔ بھلا کیوں نہ ہو۔ موسم بہار کا شروع ہے۔ نہ گرمی نہ سردی۔ معتدل رُت ہے۔ خون جوش مارتا ہے۔ کام کرنے کو خوب دل چاہتا ہے گھروں سے باہر نکلیں۔ تو ہر طرف قدرت کے نظارے دیکھ کر روح خوش ہو جاتی ہے۔ یہ اس موسم کا آغاز ہے۔ جس میں بہت سی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں +

لاہور میں بسنت کے دن دو جگہوں پر میلہ ہوتا ہے۔ ہر دو مقام پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ گذرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی بچوں اور نوجوانوں کی خوشی کا اندازہ نہیں ہے۔ ہرے ہرے کھیتوں کے گرد گھومتے ہیں۔ ہنستے ہیں

کھیلتے ہیں۔ اچھلتے ہیں۔ کودتے ہیں۔ سروں پر بسنتی رنگ کی پگڑیاں باندھی ہیں۔ جب دیکھو کسی نہ کسی شغل میں مشغول ہیں۔ کہیں پتنگ بازی ہو رہی ہے۔ اور "بو کاٹا" کا نعرہ بلند ہے۔ کہیں گلی ڈنڈے ہیں مشغول ہیں۔ کہیں کبڈی کھیلی جا رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ طالب علموں کا تو بسنت کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ فروری کا مہینہ ہے۔ بچاروں کا امتحان نزدیک ہے نہ دن کو آرام نہ رات کو چین۔ مگر پھر بھی گھر بیٹھ کر پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ کتابیں ہاتھوں میں لئے باغوں اور کھیتوں کے کنارے پھر رہے ہیں۔ اور سبق یاد کر رہے ہیں۔ کوئی بیٹھا ہے۔ کوئی کھڑا ہے۔ بعض نے تو وہاں بھی کتابیں زمین پر پھینک دی ہیں۔ اور کھیل مشغول ہیں۔ کیا کریں۔ بسنت کے دن ہیں +

سوالات

۱- بسنت سے کیا مراد ہے۔ اور یہ میلہ کیوں منایا جاتا ہے؟

۲- بسنت کس موسم میں منایا جاتا ہے - اسی موسم کے قدرتی نظارے بیان کرو -

۳- بسنت کا میلا کہاں ہوتا ہے - اس کا حال لکھو -

۴- طالب علموں کی اس موسم میں کیا حالت ہوتی ہے

۸- فٹ بال میچ

امسال ماہ فروری میں ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ کے موقع پر سیالکوٹ میں گورنمنٹ ہائی سکول پسرور اور اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ کی فٹ بال کی ٹیمیں ایک دوسرے کے مقابلے میں میچ کے لئے تیار ہوئیں - یہ فائنل میچ تھا - دونوں طرف سے جیتنے والی ٹیمیں تھیں - شہر میں ایک دن پہلے ہی دھوم تھی - کہ کل آخری میچ ہے - اگلے دن خلقت جوق در جوق گراونڈ کے ارد گرد تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہونے لگی - آخر تل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہی - کئی انگریز بھی موجود تھے - پونے آٹھ بجے صبح دونوں طرف کے لڑکے وردیاں پہن کر میدان میں نکلے - گول مقرر کر لئے - چھاونی

کا ایک انگریز ریفری بنا۔ اور لڑکوں نے کھیلنا شروع کیا۔ لگے بال کے پیچھے دوڑنے۔ بچارے بال کی شامت۔ ادھر سے ضربیں کھاتا۔ اِدھر اور اُدھر سے اِدھر۔ پسرور کے لڑکے گو جوان تھے۔ اور بہتری جد و جہد کی۔ کہ کسی طرح گول کرلیں۔ مگر دوسری طرف سے بھی کم نہ تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول کی مشہور ٹیم کو جیتنا کوئی خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ وہ پورے پورے مشاق تھے الغرض دو گھنٹے اسی طرح لگے رہے۔ ایک گول بھی نہ ہوا۔ بے شک طرفین کے کھلاڑی تھک کر چور ہوگئے ہوئے تھے۔ مگر ہار جیت کا معاملہ تھا۔ شکست کھانا کسی کو بھی منظور نہ تھا سب طرف سے واہ واہ کا نعرہ بلند تھا۔ آخر وقت گذر گیا۔ اور میچ پھر اگلے دن پر ملتوی ہوگیا ٭

دوسرے دن پھر وہی حال۔ طرفین کے کھلاڑیوں کی شہر میں دھوم مچ گئی۔ تماشائی پہلے سے بھی زیادہ تھے۔ بعض لوگوں نے اپنی طرف سے انعام مقرر کر دئے۔ اور میچ ٹھیک

۸ بجے شروع ہوا۔ دس بجے تک وہی زور شور رہا۔ کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ ابھی وقت پورا ہونے میں کوئی دو ہی منٹ باقی تھے۔ کہ سیالکوٹ والوں کی طرف سے گول گول کے نعرے فضا میں گونجنے لگے۔ ریفری نے ایک لمبی سیٹی دی مارے خوشی کے سیالکوٹ والے اچھلنے کودنے لگے اور ضلع کا مقررہ انعام وہی لے گئے۔ مگر لوگوں نے پسرور والوں کو بھی انعام دیا۔ کیونکہ وہ بھی کسی صورت میں ان سے کم نہ تھے۔ اور گول ہو جانا اتفاقیہ امر تھا*

سوالات

۱۔ میچ کہاں ہوا

۲۔ کون کونسی ٹیمیں فائنل میچ پر کھیلیں۔

۳۔ میچ کتنے دن ہوتا رہا۔ اور کیوں

۴۔ کس کو ہار جیت ہوئی۔

۵۔ ریفری کون تھا؟

۵- دریاؤں کے فوائد

پرانے زمانے میں جب کنوؤں کا رواج نہ تھا۔ تو لوگ پانی کی خاطر دریاؤں کے کناروں پر رہتے تھے۔ کیونکہ زندگی کے واسطے پانی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دریائے گنگا کے کنارے پر عموماً بڑے بڑے شہر آباد ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ ہمیشہ رستہ بدلنے والا دریا نہ ہو+

آج کل ہر ایک جگہ چیڑ۔ دیار وغیرہ پہاڑی لکڑی استعمال میں آتی ہے۔ بھلا اتنی دور سے یہ لکڑی کس طرح آ گئی۔ یہ فائدہ بھی دریاؤں کے ذریعے سے ہی حاصل ہے کیونکہ دریا عموماً پہاڑوں ہی سے نکلتے ہیں لوگ پہاڑوں پر لکڑیاں کاٹ کر پاس کے دریاؤں میں پھینک دیتے ہیں۔ اور دریا کا پانی انہیں بہت جلدی اور آسانی سے میدانی علاقہ میں پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے

لوگ بآسانی شہروں اور گاؤں میں لے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہریں دیکھ لو۔ یہ دریاؤں ہی کا فیض ہے۔ کہ نہروں کے ذریعے خشک علاقہ میں پانی لے جاتے ہیں۔ جو لوگوں کی بود و باش کا بڑا بھاری وسیلہ ہے۔ اگر دریا نہ ہوتے۔ تو نہریں کہاں سے نکلتیں اتنی پیداوار کہاں ہوتی۔ اور لوگوں کی اتنی تعداد کہاں سے کھاتی۔ کروڑہا آدمی صرف نہروں ہی کے ذریعے پرورش پا رہے ہیں۔ اور ابھی سرکار انگریزی دریاؤں سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ بعض جگہ دریاؤں پر کارخانے بھی کھولے گئے ہیں۔ اور انجنوں کا کام لیتے ہیں بجلی کی طاقت پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دریاؤں سے اور کئی قسم کے کام لیتے ہیں+

بھلا دریاؤں کے ارد گرد کی زمین کیوں اچھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاس ہی پانی ہوتا ہے۔ زمین سیلابہ ہو جاتی ہے۔ پیداوار عمدہ ہوتی ہے۔ اور دریا کے قریب رہنے والے

لوگ مزے لیتے ہیں۔ اگر کبھی کنوئیں کی ضرورت پڑی۔ تو چند فٹ زمین کھودنے سے پانی نکل آتا ہے +

اس کے علاوہ سب کو معلوم ہے۔ کہ دریاؤں میں اکثر طغیانیاں آتی رہتی ہیں۔ اور پانی زمین کو کھاد کا کام دیتا ہے۔ کئی برسوں کی خرابہ زمین قابلِ زراعت بنا جاتا ہے۔ کیونکہ اس پانی میں کئی قسم کے معدنی مادے اور گاد ملی ہوتی ہے۔ جو پیداوار کے لئے ہر لحاظ سے مفید ثابت ہوتی ہے +

بے شک دریا کئی دفعہ زمین کو برباد بھی کر دیتا ہے۔ مگر ساتھ ہی آگے چل کر اس سے دگنی چوگنی زمین تیار بھی کر جاتا ہے۔ جو پہلی زمین سے بدرجہا عمدہ اور بہتر ثابت ہوتی ہے بلکہ کئی دفعہ یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ دریا نے بالو ریت کے وسیع قطعوں پر گاد ڈال قابلِ زراعت بنا دیا +

دریاؤں کے قریب کروڑہا آدمیوں کا پیشہ ہی ماہی گیری ہے۔ ان کا پیشہ اور دیگر لوگوں

کا نوٹس۔ اسی طرح دریاؤں سے بے شمار فائدے ہیں +

سوالات

۱۔ دریاؤں کے کناروں پر شہر کیوں آباد ہوتے ہیں؟
۲۔ نہریں کہاں سے نکلتی ہیں؟
۳۔ پن چکیاں کہاں بنائی جاتی ہیں؟
۴۔ دریا کا پانی پیداوار کے واسطے کیوں مفید ہے۔
۵۔ دریا کی برد برآمد کس طرح ہوتی ہے؟
۶۔ پہاڑی لکڑی شہروں اور دیہاتوں میں کس طرح آتی ہے؟

۶۔ تالاب

تالاب سے وہ گڑھا مراد ہے۔ جس کی دیواریں عموماً اینٹوں کی بنی ہوں۔ اور پانی جمع رہ سکے پہلے وقتوں میں تالاب بنوانے کا بہت رواج تھا۔ مگر آج کل کم ہے۔ ہاں البتہ علاقۂ بار میں آج کل بھی بنائے جاتے ہیں +

زمین میں ایک لمبا چوڑا گڑھا کھود لیتے ہیں۔
بعض دفعہ تو اسی طرح رہنے دیتے ہیں۔ اس کو
کچا تالاب کہتے ہیں۔ مگر عموماً اس کی سیڑھی اور دیواریں
پکی ہی بنا لیتے ہیں۔ ایک طرف پانی کے آنے
کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ تاکہ نہر یا بارش کا پانی
آکر جمع ہو سکے۔ ایک طرف کا درمیانی حصہ
ڈھلوان بناتے ہیں۔ تاکہ لوگ یا چرپائے بخوبی
اتر چڑھ سکیں۔ جن علاقوں میں کنوئیں نہیں ہوتے
اور لوگوں کو نہر کا پانی پینا پڑتا ہے۔ وہاں
چوپاؤں کے واسطے علیحدہ تالاب ہوتے ہیں۔ اور
لوگوں کے پانی بھرنے کے واسطے علیحدہ۔ ایسے
تالاب کی حفاظت بہت اچھی طرح سے کی جاتی
ہے۔ بعض نیک لوگ جنگلوں میں چوراہوں کے
نزدیک جہاں پانی کم ملتا ہے۔ اور آمد ورفت
زیادہ ہوتی ہے۔ تالاب بنوا دیتے ہیں۔ تاکہ مسافر
نہائیں دھوئیں۔ چوپاؤں کو پانی پلائیں۔ اور
ارام کریں۔ جن تالابوں میں پانی کے نکالنے
کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ وہ پانی عموماً گندہ
اور بدبودار ہو جاتا ہے۔ مگر جن تالابوں میں

پانی کی آمد بھی ہوتی ہے - اور نکاس کے لئے
بھی رستے ہیں - ان کا پانی صاف ہوتا ہے - بودار
نہیں ہوتا - الغرض تالاب پانی کا ذخیرہ جمع رکھنے
کے واسطے بڑا اچھا ذریعہ ہے *

سوالات

۱- "کچے" و"پکے" تالاب سے کیا مراد ہے؟
۲- کن تالابوں کا پانی صاف رہتا ہے؟
۳- تالاب کے فائدے کیا ہیں؟
۴- تالاب میں سیڑھیاں کیوں بناتے ہیں؟
۵- تالاب میں ایک طرف ڈھلوان کیوں ہوتا ہے؟

۷- روزانہ سبق یاد کرنے کے فوائد

جو لڑکے اپنا سبق ہر روز یاد کرتے ہیں - وہ
جماعت میں دوسرے لڑکوں سے ہوشیار ہوتے
ہیں - ان کو استاد کی مار کا ہرگز خوف نہیں
ہوتا - خوشی خوشی مدرسے آتے ہیں اور خوشی

خوشی گھر جاتے ہیں۔ کمرہ جماعت میں بھی وہ
تازہ رو رہتے ہیں۔ جب استاد سوال پوچھتا
ہے۔ تو جھٹ چوکنے ہو کر جواب دیدیتے ہیں۔
استاد کے منہ سے شاباش کا لفظ سُن کر حوصلے
بڑھ جاتے ہیں۔ اور آئندہ کے واسطے محنت کی
عادت پڑجاتی ہے + سال کے آخر میں بھی وہی
لڑکے خوشی کا منہ دیکھتے ہیں۔ جو ہر روز اپنا
سبق یاد کرتے ہیں۔ جب امتحان کا موقع آتا
ہے۔ تو وہ تھوڑی ہی محنت سے مضمون کا
اعادہ کر لیتے ہیں۔ اور امتحان میں اچھے نمبر
لے کر کامیاب ہوتے ہیں +

وہ لڑکے جو ہر روز اپنا سبق یاد نہیں کرتے
ہمیشہ کمزور رہتے ہیں۔ مدرسے کے نام سے
کوسوں بھاگتے ہیں۔ جماعت میں گردن نیچے
کر کے بیٹھتے ہیں۔ بدنامی سہتے ہیں۔ اوّل تو
سال کے آخر تک وہ پہنچنے ہی نہیں پاتے
اگر بعد بمشکل پہنچ بھی جائیں۔ تو امتحان کے
دنوں میں دن رات ایک کر کے محنت کرتے
ہیں۔ مگر بے فائدہ۔ نتیجہ یہ کہ یا بھاگ جاتے ہیں

یا فیل ہو جاتے ہیں۔ اچھا طالب علم وہی ہے۔ جو ہر روز اپنا سبق یاد کرے۔ وہی لڑکے منزلِ مقصود پر پہنچتے ہیں۔ انعام و وظیفہ بھی وہی لڑکے حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ہر روز اپنا سبق یاد کریں ٭

سوالات

۱۔ جو لڑکے ہر روز یاد کرتے ہیں۔ جماعت میں ان کی کیا حالت ہوتی ہے؟

۲۔ انعام یا وظیفہ کون سے لڑکے حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ اُستاد کن لڑکوں سے خوش ہوتے ہیں؟

۴۔ جو لڑکے ہر روز سبق یاد نہیں کرتے۔ ان کا کیا نتیجہ ہوگا؟

۸۔ لوہار کی دکان

لوہار کی دکان سے وہ جگہ مراد ہے۔ جہاں وہ بھٹی گرم کرتا ہے۔ اور اپنا کام کرتا ہے لوہار کا کام بھی عجیب پیشہ ہے۔ سارا دن بھٹی گرم رہتی ہے۔ بچارا پاس ہی بیٹھا رہتا ہے

اور کام کاج کرتا رہتا ہے۔ بعض دفعہ ہتھوڑوں کی ضربیں دوسروں سے لگواتا ہے۔ اور خود لوہا اوزاروں سے اہرن پر سیدھا کرتا رہتا ہے جب ضرورت پڑی۔ لوہا بھٹی میں رکھ کر پھر گرم کر لیا۔ اور بعض دفعہ اکیلا ہی کام کرتا رہتا ہے کیا مجال کہ اس کا بازو تھک جائے۔ یا چوٹ ادھر ادھر لگے۔ کہتے ہیں۔ کہ لوہار کے بازوؤں میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ سچ ہے۔ کہ" جس کا کام اسی کو ساجھے"۔ لوہار ہی ہے۔ جو اتنی محنت کا کام کرتا ہے۔ ساتھی تھک کر رہ جاتے ہیں۔ مگر یہ ویسے کا ویسا ہی۔ اس کا دھیان سب طرف رہتا ہے۔ کبھی چرخی پھیرتا ہے۔ کبھی کوئلوں کو ہلاتا ہے۔ کبھی لوہے کو ملاحظہ کرتا ہے۔ کبھی اہرن کو دیکھتا ہے۔ کہ مضبوط گڑ گئی ہے۔ یا نہیں۔ الغرض ہر طرف دھیان ہے۔ اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتا رہتا ہے۔

لوہار کو سب سے پہلے ایک بھٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں وہ کوئلے دہکاتا ہے۔ بھٹی کے پہلو میں ایک سوراخ ہوتا ہے۔ جس

سے چرخی یا دھونکنی کے ذریعے کوئلوں کو ہوا پہنچتی ہے۔ ایک آدمی پاس بیٹھ کر چرخی کا ہتّا پھیرتا رہتا ہے۔ یا دھونکنی سے دھونکتا ہے کئی قسم کے چھوٹے بڑے اوزار پاس پڑے رہتے ہیں۔ جس کی ضرورت پڑتی ہے۔ جھٹ اٹھا لیتا ہے۔ پاس ہی ایک لوہے کی اہرن ہوتی ہے۔ جس پر لوہا رکھ کر چوٹیں لگاتے ہیں الغرض لوہار جب اپنی دکان پر بیٹھ کر کام کرتا ہے۔ تو اس کی۔ پھرتی۔چستی۔ چالاکی۔ محنت اور کاریگری دیکھنے کے قابل ہوتی ہے+

سوالات

۱۔ لوہار کی دکان سے کیا مراد ہے؟

۲۔ لوہار کی دکان پر عام طور پر کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں ؟

۳۔ دھونکنی اور چرخی سے کیا کرتے ہیں ؟

۴۔ لوہار کے بازو کیوں طاقتور ہوتے ہیں ؟

۹- نارنگی

نارنگی بڑا عمدہ اور مزیدار پھل ہے۔اِس کی شکل گول اور نیچے اور اوپر سے اندر کو دبی ہوئی ہوتی ہے۔ عموماً نرم ہوتی ہے۔اس لئے دبانے سے دب سکتی ہے +

نارنگی کا چھلکا موٹا اور باہر کی طرف سے کھردرا ہوتا ہے۔ کچا پھل سبز ہوتا ہے۔مگر پک کر سرخی مائل زرد اور چمک دار ہو جاتا ہے۔ چھلکا گودے سے چپکا ہؤا نہیں ہوتا۔ بلکہ آسانی سے اتر سکتا ہے۔ چھلکے کو نچوڑنے سے ایک قسم کا رس نکلتا ہے۔ جو جل سکتا ہے۔ چونکہ چھلکا موٹا ہوتا ہے۔ اس لئے اندر کا رس خشک نہیں ہونے پاتا۔ نارنگی عموماً گرم ملکوں میں ہوتی ہے چھلکے کے اندر الگ الگ پھانکیں ہوتی ہیں ہر ایک پھانک کے اوپر بہت پتلا جھلی کی طرح ایک سفید چھلکا سا ہوتا ہے۔ اور اس چھلکے کے اندر رس کی بھری ہوئی ننھی ننھی تھیلیاں

سی ہوتی ہیں۔ اِنہیں زیرا کہتے ہیں +
گودے میں لونگدار۔ بیضوی شکل کے
سخت بیج ہوتے ہیں۔ کچی نارنگی کا رس کھٹا
اور پکی کا کھٹ میٹھا ہوتا ہے۔ نارنگی کا گودا
کھاتے ہیں۔ بڑا مزیدار ہوتا ہے۔ خوراک ہضم
کر دیتا ہے۔ بھوک لگاتا ہے۔ گودے سے
شربت بھی بناتے ہیں۔ شراب بھی کھینچتے ہیں
گودا اور چھلکا مربا ڈالنے کے کام آتا ہے۔ اور
چھلکا اور بٹنے میں بھی ڈالا جاتا ہے +

سوالات

۱۔ نارنگی کی شکل کیسی ہوتی ہے؟
۲۔ نارنگی کا چھلکا کیسا ہوتا ہے؟
۳۔ نارنگی سے کیا کیا فائدے ہیں؟
۴ زیرا اور پھانک کسے کہتے ہیں؟
۵ نارنگی کا ذائقہ کیا ہوتا ہے؟

۱۰- گیہوں

اس میں شک نہیں - کہ جو - باجرہ - چنا - چاول وغیرہ بہتیرے اناج ہیں - جو آدمی کھا کر جی سکتا ہے - مگر گیہوں سب سے عمدہ اور مفید ہے - اور بڑی عجیب بات یہ ہے - کہ یہ دنیا کے تقریباً ہر ایک حصے میں پیدا ہو سکتا ہے

اس کا پودا گھاس کی قسم سے ہے - اور اونچائی میں تین فٹ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے - کچے کا رنگ سبز ہوتا ہے - اور پکے کا زرد - پودے کے تین حصے ہوتے ہیں - پہلا حصہ جڑ - جو ریشہ دار ہوتی ہے - دوسرا حصہ نلی - جو گرہ دار ہوتی ہے - اور اس پر لمبوترے اور نوکدار پتے ہوتے ہیں - تیسرا حصہ بالی جس میں دانے ہوتے ہیں - دانوں کے اوپر چھلکا ہوتا ہے - دانے چِروان اور سخت ہوتے ہیں - گیہوں کی فصل کاتک میں بوتے ہیں - بونے سے پہلے پانچ سات دفعہ زمین میں ہل چلا لیتے

ہیں۔ بوتے وقت دو چار آدمی گیہوں جھولیوں
میں بھر لیتے ہیں۔ اور زمین میں بکھیر کر اوپر
سے سہاگہ یا ہینگا پھیر دیتے ہیں۔ اس طرح گیہوں
کے دانے مٹی کے اندر دب جاتے ہیں۔ بونے کے
اس طریقے کو چھٹّا کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ بونے
کا یہ ہے۔ کہ ایک آدمی ہل چلاتا ہے۔ اور
دوسرا اس کے پیچھے پیچھے دانے ڈالتا جاتا ہے۔
اسے کیرا کہتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ ہل
کے ساتھ ہی بانس کا ایک کھوکھلا نل باندھ دیتے
ہیں۔ بیلوں کو ہانکنے والا ہی نل کے سوراخ
میں دانے ڈالتا جاتا ہے۔ تقریباً ایک ہفتہ میں
دانے پھوٹ آتے ہیں۔ کوئی چھ ماہ میں گیہوں
کی فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔ بیساکھ میں
کاٹ کر پولیاں باندھ کر ایک جگہ ڈھیر
لگا دیتے ہیں۔ اور تھوڑی تھوڑی پولیاں لے
کر پاس ہی دائرے کی شکل میں زمین پر بچھا
دیتے ہیں۔ اور کھول کر بیلوں سے روندتے
ہیں۔ اِس سے دانے خوشوں سے نکل آتے ہیں
اور پودوں کی نالیاں پِس کر بھُس کی

صورت اختیار کرلیتی ہیں +

پھر چھاجوں سے برسا کر دانے بھُس سے علیحدہ کرلیتے ہیں۔ گیہوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر دو بہت مشہور ہیں۔ لال ۔ اور سفید۔ ان میں سفید گیہوں بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے مہنگا بھی بکتا ہے۔

گیہوں کا سبز پودا مویشیوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ نلی سے ٹوکریاں۔ چھبڑے۔ پٹاریاں ٹوپیاں وغیرہ بناتے ہیں۔ بھُس مویشی کھاتے ہیں۔ اور مٹی میں ملا کر مکان بھی لیپتے ہیں۔ آٹے کی روٹیاں پکتی ہیں۔ میدے سے حلوا کچوری۔ پوری کلچے بناتے ہیں۔ روے سے ڈبل روٹی۔ بسکٹ بناتے ہیں۔ ابال کر گھنگنیاں۔ بھون کر مرنڈے۔ ستو۔ دَل کر دلیا اور بھگو کر نشاشتہ نکالتے ہیں +

سوالات

۱۔ گیہوں کِس کِس کام آتا ہے؟

۲۔ گیہوں کے بونے کا کیا طریقہ ہے؟

۳- کونسا گیہوں زیادہ قیمتی ہوتا ہے؟
۴- گیہوں کا سبز پودا کس کام آتا ہے؟
۵- گیہوں کی نلی سے کیا کیا چیزیں بناتے ہیں؟

۱۱- چاول

تم نے چاول کئی دفعہ دیکھے ہونگے۔ اس کا پودا گھاس کی قسم سے ہے۔ اونچائی میں دو فٹ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ کچے کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ پکے کا زرد۔ نلی کھوکھلی اور گرہ دار ہوتی ہے۔ اور اوپر لمبے لمبے گاؤدم پتے ہوتے ہیں۔ چاول چھلکوں کے اندر ہوتے ہیں۔ چھلکے سمیت دانوں کو دھان کہتے ہیں۔ چاول لمبوترا۔ سخت نوکدار اور عموماً سفید ہی ہوتا ہے۔ اس کا پودا پانی بہت چاہتا ہے۔ بونے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ جیٹھ یا اساڑھ کے مہینے میں پود یا پنیری بو دیتے ہیں۔ یہ پود ایک مہینے میں تیار ہو جاتی ہے۔ پھر

پودے جڑوں سمیت اکھاڑتے ہیں۔ اور جس زمین میں لگانے ہوں۔ اسے پانی سے بھر کر ہل جوت لیتے ہیں۔ اور ایک ایک پودا تھوڑے تھوڑے فاصلے پر زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ دوسرے چوتھے دن پانی دیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح تین چار مہینے میں دھان کی فصل پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ پھر کاٹ کاٹ کر ایک جگہ ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے کر کے زمین پر بکھیر دیتے ہیں۔ دھان الگ کر لیتے ہیں۔ اور پرالی الگ۔ بعض دفعہ لکڑی کا تختہ رکھ کر اس پر بالیاں مارتے ہیں۔ اور دھان الگ کر لیتے ہیں۔ پھر اوکھلی میں کوٹ کر یا چکیوں میں دل کر چاول نکال لیتے ہیں +

چاول کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ہندوستان میں چالیس پچاس کے قریب ہیں۔ مگر بیگمی سب سے اول درجے پر ہے +

چاول کئی طرح استعمال میں آتا ہے۔ بھون کر کھیلیں مرمرے اور کوٹ کر چڑوے بنائے

ہیں۔ کھینچ کر شراب نکالتے ہیں۔ پکا کر کھاتے ہیں ۔ کھچڑی ۔ کھیر بناتے ہیں۔ چاولوں کے آٹے سے پنّی ۔ فالودہ۔ روٹی وغیرہ بھی بنا لیتے ہیں کپڑوں میں کلف دیتے ہیں۔ بڑی ہلکی اور زود ہضم غذا ہے۔ کشمیریوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ نلی سے صفیں اور ٹوپیاں بناتے ہیں ۔ اور جانوروں کو کھلاتے ہیں ۔ پنجاب میں چاول ۔ ہوشیار پور ۔ گورداسپور ۔ انبالہ۔سیالکوٹ اور کانگڑے کے ضلعوں میں بہت ہوتے ہیں کشمیر میں بھی چاول کی پیداوار بہت ہوتی ہے ؞

سوالات

۱۔ چاول کس طرح بوتے ہیں ؟

۲۔ چاول کہاں کہاں زیادہ ہوتا ہے ؟

۳۔ پود کسے کہتے ہیں ؟

۴۔ چاولوں سے کیا کیا چیزیں بنتی ہیں ؟

۵۔ چاول پرالی سے الگ کس طرح کرتے ہیں ؟

۷- سر سیّد احمد خاں

ہندوستان میں کونسا ایسا شخص ہے۔ جو سر سید احمد خاں کے نام سے واقف نہیں آپ ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد شاہ اکبر ثانی کے محبّ صادق اور مشیر کار تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی عمر انیس سال کی تھی۔ بہادر شاہ بادشاہ دہلی نے ان کو اِن کے والد کا خطاب اور عہدہ عطا فرمایا۔ اپ کی تعلیم بالکل گھریلو تھی۔ ابتدا میں انگریزی نہیں جانتے تھے ۱۸۳۷ء میں آپ نے گورنمنٹ عالیہ کی ملازمت اختیار کی۔ بڑھتے بڑھتے بجنور کے سب جج مقرر ہوئے۔ اتنے عرصے میں ۱۸۵۷ء میں غدر ہوا۔ آپ گورنمنٹ کے دلی وفاداروں اور خیر خواہوں میں سے تھے۔ زمانۂ غدر میں اپنی جان کو کئی

دقعہ خطروں میں ڈال کر کئی انگریزوں کی جانیں بچائیں۔ یہاں تک کہ باغیوں نے ان کا اثاثِ خانہ اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ غدر کے بعد وائسرائے نے دوسو روپیہ ماہوار پنشن مقرر کر دی۔ اور ایک شمشیر اور خلعت سرفراز کی ✣

غدر کے بعد سرسید کو قوم کی ترقی کا خیال ہوا۔ اور کئی رسائل اور کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ ۱۸۶۶ء میں لارڈ لارنس نے ان کو اشاعتِ تعلیم کے صلے میں ایک تمغہ دیا۔ اب سرسید نے انگریزی کی تحصیل میں بہت سا وقت صرف کیا۔ ۱۸۶۸ء میں جب آپ کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ آپ ولایت چلے گئے۔ اور کیمبرج جا کر تعلیم کی تکمیل کی۔ ولایت جانے کا آپ کا مقصد یہ تھا۔ کہ وہاں کے سکولوں اور کالجوں کے طرزِ تعلیم کو بہ نظرِ خود مشاہدہ کریں ✣

ولایت میں آپ کی بڑی عزت کی گئی۔

اور وہاں ہی آپ کو سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔

ولایت سے واپس آکر آپ نے علی گڑھ میں ایک انگریزی کالج کی بنیاد ڈالی۔ جو حشر تک آپ کے نام نامی کو زندہ اور قائم دکھائیگا۔ ۱۸۷۶ء میں آپ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اور مجلس انتظامیہ کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں آپ کو سر اور نائٹ کا خطاب ملا۔

وفات کے بعد سر سید مرحوم کی لاش ان کے محبوب اور عزیز کالج کے احاطہ میں سپردِ خاک کی گئی۔ اور انوار الٰہی اِن کی حب الوطنی۔ قوم پرستی اور جان کاہی کا انعام اور اجر دے رہے ہیں۔

سوالات

۱۔ سر سید کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

۲۔ آپ کا جنازہ کہاں دفن کیا گیا؟

۳۔ سر سید ولایت کس مقصد کے لئے گئے تھے؟

۴۔ سرسید نے انگریزی تعلیم کب حاصل کی؟
۵ سرسید کی زندگی کے حالات بتاؤ؟

۱۳۔ باربرداری کے ذرائع

اس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ کون سے ذریعے ہیں۔ جن سے ایک جگہ سے دوسری جگہ اسباب لے جا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

اگر کوئی مال و اسباب سمندر سے پار بھیجنا ہے۔ تو وہ جہازوں میں لاد کر لے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سینکڑوں ہزاروں چیزیں ولایت کی استعمال ہوتی ہیں۔ وہ جہازوں کے ذریعے ہی سمندر سے پار کی گئیں۔ دوسرا ذریعہ ریلیں ہیں۔ پہلے زمانے میں جب ریلیں نہیں تھیں تو لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اسباب لے جانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ جب کبھی قحط پڑتا۔ تو کئی جانیں تلف ہو جاتیں۔ مگر ریل نے ان سب تکالیف کا قلع قمع

کر دیا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ پنجاب میں بڑا سخت قحط پڑ گیا۔ اشیائے خوردنی کا میسّر آنا دشوار ہوگیا۔ مگر جہاز اور ریل کی بدولت آسٹریلیا سے فوراً گیہوں لایا گیا۔ اور لوگوں نے مہنگا سستا خرید کر دن کاٹ لئے *

ریل کی بدولت تجارت میں بھی سہولتیں پیدا ہوگئیں ہیں سینکڑوں چیزیں ایک علاقہ سے دوسرے علاقے میں پہنچ جاتی ہیں۔ اور کرایہ تھوڑا ہونے کی وجہ سے قیمت میں بھی کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ جس زمانے میں ریلیں نہیں تھیں۔ اول تو ایک علاقہ کی چیز دوسرے علاقے میں جا ہی نہیں سکتی تھی۔ اگر بعد دقت پہنچ بھی گئی تو دوگنی چوگنی قیمت *

جس جگہ ریلیں نہیں ہیں۔ وہاں چھکڑوں پر اسباب لاد کر لے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ گھوڑوں ٹٹوؤں۔ خچروں۔ گدھوں۔ اور بیلوں پر لاد کر لے جاتے ہیں۔ مگر اس طرح خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے مال واسباب مہنگا پڑتا ہے۔ آدمی بھی اپنی طاقت کے موافق

ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ریگستانی علاقوں میں باربرداری کا کام اونٹ سے لیا جاتا ہے۔ اِسے جہازِ صحرا بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں+

سوالات

۱۔ باربرداری کے ذرائع سے کیا مراد ہے؟
۲۔ سمندر سے پار اسباب کس طرح لیجاتے ہیں؟
۳۔ ریلوں سے کیا فائدے ہیں؟
۴۔ جہاں ریلیں نہ ہوں۔ وہاں اسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ کِس طرح لے جاتے ہیں؟
۵۔ سب سے کونسا اچھا طریقہ ہے

۱۴۔ دانتوں کی صفائی

سچ ہے۔ کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ معمولی سے معمولی بیماری بھی مصیبت کا پہاڑ ہوتی ہے۔ مگر عموماً لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں سے

غافل رہ کر بیماری خرید لیتے ہیں۔ کئی لوگ ڈاڑھ کی درد سے ہائے ہائے کی چیخ پکار کرتے سنے ہونگے۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔ آخر دانت نکلوانے کے درپے ہوجاتے ہیں کیا ہی بہتر ہوتا۔ اگر وہ پہلے ہی سے مسواک کا استعمال رکھتے۔ دانتوں کو گندہ نہ ہونے دیتے مسواک کرنا معمولی کام ہے۔ مگر صحت کے لئے ابتدائی زینہ ہے۔ یہ چھوٹا سا کام دانتوں کو خوبصورت اور صاف رکھتا ہے۔ منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ درد کی تکلیف اور ڈاکٹر کی فیس سے بچنے کا عمدہ ذریعہ بھی یہی ہے۔ کہ ہم دانتوں کو صاف رکھیں۔ جو لوگ دانتوں کی صفائی نہیں رکھتے۔ ان کو آخرکار ایک ایک کرکے سارے ہی نکلوانے پڑتے ہیں۔ اور وہ زندگی کے مزے سے عاری ہوجاتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ دانتوں کی صفائی سے قوتِ بینائی صحیح و سلامت رہتی ہے۔ کھانا کھانے کے بعد روٹی کے چھوٹے چھوٹے ریزے دانتوں میں پھنس رہتے ہیں۔ اور

بدبودار ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو باہر نہ نکالا جائے۔ تو وہ کسی وقت معدے میں چلے جاتے ہیں۔ جس سے دیگر بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں۔ دودھ پیتے بچوں کو دیکھ لو کہ وہ زیادہ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کی بیماری کی عموماً یہی وجہ ہے۔ کہ ان کا منہ اندر کی طرف سے ہمیشہ ناصاف رہتا ہے۔ اور ایک دفعہ کی خوراک کی ناصاف چیزیں دوسری دفعہ پھر معدے میں چلی جاتی ہیں۔ جس سے ماں باپ کو دگنی چوگنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دانتوں کی صفائی اور خوبصورتی نہ صرف صحت کے لئے ہی مفید ہے۔ بلکہ انسان کے چہرے کی رونق کو بھی دوبالا کر دیتی ہے؛

سوالات

۱۔ مسواک سے کیا کیا فائدے ہیں؟

۲۔ دانت صاف رکھنے سے کیا فائدہ ہے؟

۳۔ بچے کیوں بیمار ہوتے ہیں؟

۴۔ دانت نکلوانے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

۱۵- سچ بولنا

"راستی موجبِ رضائے خدا است"

سچائی ایک ایسی ضروری عادت یا خصلت ہے۔ جس پر قوموں اور ملکوں کے اعتبار کا دار و مدار ہے۔ جھوٹ سے بُرے اور خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ آج تک ہزاروں آدمی جھوٹ کی بدولت جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور بہت سے اپنی عزت و دولت کھو بیٹھے ہیں بہت دفعہ دیکھا گیا ہے۔ کہ لڑکے اپنے قصوروں کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ تاکہ ان قصوروں کی پاداش سے بچ جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ سزا کے مستحق تھے۔ اگرچہ اِس وقت وہ جھوٹ کو ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو یہی ہر روز کے معمولی جھوٹ ان کے دل میں اپنا بیج بو کر ایک روز ایسا پھل لائینگے۔ کہ کوئی شخص ان کی بات پر

اعتبار نہیں کریگا۔ ہر شخص ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اس لئے کہ جھوٹ ان کے رگ و ریشہ میں گھر کر گیا ہے۔ جس طرح جھوٹ بول کر بچنا مضر ہے۔ اسی طرح کسی پہ جھوٹی تہمت لگا کر اپنے آپ کو بچانا بھی نہایت ہی خطرناک اور شرمناک فعل ہے؛

اگرچہ جھوٹ ہر ایک آدمی کے لئے بُرا ہے لیکن پیشہ وروں اور تاجروں کے لئے تو خاص کر بہت ہی بُرا ہے۔ اگر پیشہ ور یا تاجر جھوٹ بول کر کسی چیز کو اس کی اصلیت سے بدرجہا بہتر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کی قیمت و اجرت اس کی اصلی لاگت سے زیادہ وصول کر لیتا ہے۔ تو آئندہ کے واسطے کوئی شخص اس پہ اعتبار نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی اس سے لین دین پسند کرتا ہے۔ آخرکار اس کو نقصان اور خسارہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ چھوٹا آدمی اگر سچ بھی بول دے۔ تو کوئی بھی اِس پر اعتبار نہیں کرتا اور سچے آدمی کی زبان سے اگر غلطی سے جھوٹ نکل بھی جائے۔ تو سب آدمی اس پر اعتبار

کر لیتے ہیں۔ سچ ہر حالت میں قابلِ عزت خیال کیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ ہر صورت میں قابلِ ذلت سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اِس دنیائے فانی میں رہ کر نیک نامی اور ناموری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو ہمیشہ سچ بولے۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرے۔ سچے آدمی سے خدا بھی خوش ہوتا ہے*

سوالات

۱۔ بتاؤ سچ بولنے میں کیا کیا فائدے ہیں؟

۲۔ پیشہ وروں اور تاجروں کو کیوں سچ بولنا چاہئے؟

۳۔ کوئی شعر پڑھو۔ جو یہ ثابت کرے۔ کہ سچے پر خدا خوش ہوتا ہے

۴۔ جھوٹ سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

۱۶۔ قرض کی خرابیاں

ہندوستان میں قرض کا مرض دیر سے پھیلا ہوا ہے۔ مقروض ہر سال نہ صرف سود ادا کرنے کا نقصان ہی برداشت کرتے ہیں۔ بلکہ

سکتی اور بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ کوئی شخص بغیر سرمایہ کے فائدہ بخش کام نہیں کر سکتا۔ اگر دکاندار سے سودا بھی قرض لے۔ تو بھی نقد قیمت ادا کرنے کی نسبت مہنگا ملتا ہے زراعت کی ترقی کے واسطے یہی رکاوٹ ہے۔ کہ زمینداروں کے پاس۔ روپیہ نہیں ہوتا۔ وہ برے بھلے مویشی قرض ہی سے لیتے ہیں۔ جن سے زمین کو اچھی طرح جوت نہیں سکتے ؛

مقروض ہمیشہ چھپ کر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ قرض خواہ کہیں دیکھ نہ لے اور لعن طعن نہ کرے۔ کئی دفعہ مقروض بھاگ ہی جاتا ہے۔ طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہوتا ہے۔ اور آخرکار جیل میں ہی جاتا ہے ؛

یہ بات تو عام مشہور ہے۔ کہ مقروض کے لئے سچ بولنا مشکل ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے قرض خواہ سے اقرار کرتا ہے۔ کہ فلاں تاریخ کو دیدونگا مگر عموماً وعدہ خلافی ہی ہوتی ہے۔ اور اِس طرح کئی اقرار کرتا ہے۔ اور سارے جھوٹ

ہی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جھوٹ کی عادت ہی پڑ جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ "جھوٹ قرض کی پیٹھ پر سوار ہے"۔ جس طرح مقروض کو جھوٹ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ بد دیانت بھی ہو جاتا ہے۔ کسی کا روپیہ استعمال کر لیتا ہے۔ کہ ادا کر دونگا۔ مگر اس تاریخ تک ادا نہیں کر سکتا۔ آخر کار نالش تک نوبت پہنچتی ہے۔ بعض دفعہ مقروض دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری جائداد نیلام ہو جاتی ہے۔ قرض خواہ اس کے بال بچے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مقروض آدمی تکلیفوں سے تنگ آ کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ یا مر ہی جاتا ہے۔ اور اس کے بال بچوں کو اس سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

سوالات

۱۔ مقروض کو جھوٹ کی عادت کس طرح پڑتی ہے؟

۲۔ مقروض بد دیانت کس طرح ہو جاتا ہے؟

۴۳- مقروض کو کیا تکلیفیں ہوتی ہیں؟
۴۴- مقروض دیوالیہ کیوں ہو جاتا ہے؟

۱۷- بورڈنگ ہاؤس کی زندگی

طالب علموں کی زندگی بھی عجیب ہے۔ جن کے گھروں کے نزدیک درسگاہیں موجود ہیں۔ وہ تو ہر روز گھر میں آ جا سکتے ہیں۔ ماں باپ کے پاس رہ سکتے ہیں۔ گھر کی پکی پکائی روٹی کھا سکتے ہیں۔ مگر جن بچاروں کے نزدیک مدرسے نہیں ہیں۔ ان کو بورڈنگ ہاؤس میں ہی رہنا پڑتا ہے۔ اور وہ وہاں ہی خوش رہتے ہیں۔

شائقین علم تعلیم حاصل کرنے کی خاطر بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ بھلا اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے۔ کہ بچپن ہی میں ماں باپ سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ ہاں یہ بات علیحدہ ہے۔ کہ بورڈنگ کا انتظام

اچھا ہو۔ خوراک اور رہائش وغیرہ میں سہولتیں پیدا کر دی گئیں ہوں۔ صحت قائم رکھنے کے واسطے اصول اور قاعدے مقرر کر دئے گئے ہوں۔ لیکن چھٹپن میں ہی والدین کی جدائی بھی آسان بات نہیں۔ ماں کی مامتا کے مقابلے میں سب چیزیں ہیچ ہیں۔ دیکھو۔ جب طالب علموں کو گھر جانا ہوتا ہے۔ تو اس وقت کس قدر خوش ہوتے ہیں۔ دو دن پہلے ہی کام چھوڑ دیتے ہیں۔ یکے والوں کو کہتے پھرتے ہیں کئی دن پہلے ریل کا وقت پوچھتے رہتے ہیں جس سے پوچھو۔ گھر کی باتیں۔ بعض بچاروں نے تو بورڈنگ ہاؤس کی روٹیاں بھی گنی ہوتی ہیں۔ کہ اتنی روٹیاں کھا کر گھر جائینگے۔ چند دن گھر میں عیش سے گذارے۔ پھر وہی بورڈنگ کی دیواریں۔ اور وہی بچارے طالب علم ✠

بے شک طلباء کو ابتداء میں تو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر وہ تکلیف آئندہ زندگی میں کامیابی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ جب اعلےٰ تعلیم حاصل کر کے لائق بن جاتے ہیں۔ تو وہ

تکلیفیں سب بھول جاتی ہیں۔ یہ بھی سچ ہے
کہ تعلیم بورڈنگ ہاؤس ہیں ہی ہو سکتی ہے
گھر ہیں رہ کر گھر کے کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔
مگر بورڈنگ ہیں تعلیم ہی تعلیم ہے۔ دن کو
بھی پڑھائی۔ رات کو بھی پڑھائی۔ بلکہ بعض آدمی
تو اپنے بچوں کو ضرور بورڈنگ ہی ہیں
داخل کرا دیتے ہیں۔ خواہ گھر کے نزدیک
ہی ہو۔ کیونکہ اس طرح بچے کا دھیان تعلیم ہیں
ہی رہتا ہے۔ اور ہے بھی ٹھیک۔ بورڈنگ
ہیں نہ صرف تعلیم یا رہائش ہی کو ضروری
قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ طلباء کی ہر ایک تکلیف
کو رفع کرنے کی پوری پوری کوشش کی
جاتی ہے۔ انتظام کے لئے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوتا ہے۔ جو ان
کے واسطے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ چار پائی
روشنی۔ صندوق وغیرہ مہیا کرتا ہے۔ سب کے لئے علیحدہ
علیحدہ جگہیں یا کمرے مقرر کرتا ہے۔ تاکہ ان کی پڑھائی
ہیں ہرج واقع نہ ہو۔ رات دن نگرانی کرتا ہے۔ ان کے
چال چلن کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ خوراک کا خاطر خواہ انتظام کرتا
ہے۔ باورچیوں کو وقتاً فوقتاً تنبیہہ کرتا ہے۔ خوراک کا بچشم خود

ملاحظہ کرتا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ مقررہ احاطہ میں طلباء کے لئے ورزش کا انتظام کرتا ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کی زندگی سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ طلباء آپس میں مل جل کر رہنے کی عادت سیکھتے ہیں۔ ان میں ہمدردی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ الغرض طلباء کے لئے بورڈنگ کی زندگی نہایت مفید ہے +

سوالات

۱۔ بورڈنگ ہاؤس میں کیا تکلیف ہوتی ہے؟

۲۔ بورڈنگ ہاؤس سے کیا کیا فائدے ہیں؟

۳۔ جب لڑکوں کو گھر جانا ہو۔ تو اس وقت ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔

۴۔ جن لوگوں کے گھر مدرسے کے نزدیک ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو بورڈنگ ہاؤس میں کیوں داخل کرا دیتے ہیں

مشق

(۱) اپنے دوست کی طرف خط لکھ کر اپنے سالانہ امتحان کا حال بتاؤ +

(۲) کسی گھڑی ساز کی طرف خط لکھو۔ اور ایک عمدہ گھڑی بذریعہ پارسل منگوانے کی فرمائش کرو +

(۳) والد صاحب کی خدمت میں اپنے سکول اور پڑھائی کا حال لکھو +

(۴) چھوٹے بھائی کو خط لکھو۔ اور روزانہ سبق یاد کرنے کی تاکید کرو +

(۵) اپنے دوست کے ہاں دعوت کے موقع پر حاضر نہ ہونے کے بارے میں معذرت نامہ لکھو +

۶۔ مندرجہ ذیل پر مضمون لکھو +

۱۔ بنک۔ شبرات۔ کوئی ہاکی میچ۔ بزرگوں کا ادب کرنے کے فوائد۔ سکول کی زندگی کی۔ جسم کی صفائی۔ جھوٹ کی برائیاں۔ سنار کی دکان +

تیسرا حصّہ

کہانیاں وغیرہ

پہلی پانچ کہانیاں اردو کورس ۲ میں سے ہیں +

۱۔ جان ملکم

جان ملکم ۱۷۶۹ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک غریب زمیندار کے ہاں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں یہ بڑا چالاک اور ہوشیار تھا۔ اور اس کے چہرے سے ترقی کے آثار نمایاں تھے۔ مدرسے میں عموماً شرارتیں کرتا رہتا تھا۔ ابھی بارہ ہی برس کا تھا۔ کہ اپنے ماموں کے ہمراہ لندن چلا گیا۔ اور کسی مدرسے میں پڑھتا رہا۔ آخر ۱۷۸۳ء میں فوج میں بھرتی ہو کر ہندوستان کی طرف آ گیا۔ یہاں کچھ عرصہ تک زمانہ اس کے

نا موافق رہا۔ اور اکثر مقروض ہی رہتا تھا۔ مگر آخر سنبھل گیا۔ بعد میں مختلف زبانیں سیکھیں۔ کہ کسی ملکی صیغے میں عہدہ حاصل کرے۔ چنانچہ ۱۷۹۲ء میں جب کہ انگریزی فوج نظام کی سپاہ کے ساتھ مل کر ٹیپو سلطان سے لڑ رہی تھی۔ یہ فارسی کا ترجمان مقرر ہوا۔ اب ترقی کے زینے پر جا پہنچا۔ مگر صحت نے رفافت نہ کی۔ ڈاکٹر کی رائے سے ۱۷۹۳ء ہندوستان چھوڑ کر ولایت چلا گیا۔

دوسرے ہی سال مدراس کے سپہ سالار کا سکریٹری بن کر پھر ہندوستان میں چلا آیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد فوج کا کپتان ہوگیا۔ مگر اس کی لیاقت اور قابلیت کی شہرت دور دور تک پھیلتی گئی۔ بنگال کے گورنر جنرل نے اسے حیدر آباد کا نائٹ ریزیڈنٹ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ملکم عہدے پر عہدہ حاصل کرتا گیا۔ اور ۱۷۹۹ء میں بمبئی سے روانہ ہوا اور مختلف مقامات کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا رستے میں ایرانیوں کے اوضاع و اطوار

رسم و رواج قلمبند کرتا گیا ۔ ایرانی بھی ملکم کی بہادری کا دم بھرنے لگے ۔ اور اسے رستم ثانی کہتے تھے ۔ واپس آکر ایک کرنیل کی لڑکی سے شادی کر لی ۔ اور ۱۸۰۸ء میں سفیر بن کر پھر ایران بھیجا گیا ۔ سب کام طے کر کے ۱۸۱۱ء میں بمبئی آپہنچا ۔ ۱۸۱۲ء میں اپنی بیوی بچوں سمیت ملکم انگلستان چلا گیا ۔ وہاں اس کو بڑے بڑے اعلیٰ خطاب عطا ہوئے ۔

۱۸۲۷ء میں بمبئی کا گورنر مقرر ہو کر آگیا ۔ حسنِ انتظام میں وہ لیاقت دکھائی کہ لوگ عش عش کرنے لگے ۔ آخر ۱۸۳۰ء میں ولایت چلا گیا ۔ ۱۸۳۳ء میں وہیں مر گیا ۔ اور اپنا نام دنیا میں چھوڑ گیا ۔ جان ملکم بڑا طاقتور اور شاہ زور آدمی تھا ۔ اس کا بدن کسرتی تھا ۔ زیادہ بولنے اور ہنسنے کا بڑا عادی تھا ۔ جیسا اس کو ہندوستانیوں سے دلی انس تھا ۔ ویسے ہی اہلِ ہند بھی اس کو دل سے عزیز سمجھتے تھے ۔

سوالات

۱- جان ملکم کب پیدا ہوُا۔
۲- جان ملکم کی ترقی کے حالات لکھو۔
۳- ملکم کے عادات کیا تھے؟
۴- ملکم کب اور کہاں مرا۔
۵ ملکم نے کب اور کہاں شادی کی۔

۲- پروفیسر ہین کی سوانح عمری

گوٹنجن کے ایک غریب جلاہے کے گھر میں پروفیسر ہین پیدا ہوُا۔ اس کا باپ اس قدر غریب تھا۔ کہ تمام دن محنت اور مشقت کے بعد بھی اپنے اہل و عیال کے لئے اسباب خور و نوش مہیا نہ کر سکتا تھا۔ جلاہا ہفتہ بھر میں جتنے کپڑے بناتا تھا۔ ہین کی ماں سینچر کی شام کو بازار لے جا کر بیچتی تھی٭

گو ہین کے والدین بڑی غریبی اور تنگدستی کی حالت میں تھے۔ مگر انھوں نے بچے کو

علم سے محروم رکھنا گوارا نہ کیا۔ قریب کے ایک مدرسے میں داخل ہؤا۔ مگر غریب اتنا کہ فیس ادا کرنے کی استطاعت بھی نہ رکھتا تھا۔ آخر تھوڑے ہی عرصے میں حساب اور نوشت و خواند سیکھ کر پڑوس کے ایک امیر کی لڑکی کو پڑھانے لگا۔ اور اس لڑکی کے والدین ہین کی فیس ادا کرتے تھے۔ ابھی دس ہی برس کا تھا۔ کہ اِس سکول کی پڑھائی ختم کر کے لاطینی زبان سیکھنے کا خواہاں ہؤا۔ اور ایک معلّم کے لڑکے کو چار پنس فی ہفتہ دے کر پڑھائی پر راضی کر لیا۔ اس وقت ایک نانبائی اس کی فیس ادا کرتا تھا۔ اور وہاں سے اس کی ایک روٹی روز کی بھی لگی ہوئی تھی اسی طرح دو برس گذر گئے۔ اب ہین کے باپ نے اسے کوئی پیشہ سیکھنے کے لئے مجبور کیا۔ مگر ماں یہی چاہتی تھی۔ کہ ابھی ہین مطالعہ جاری رکھے ۔

ہین کے پڑوس میں ایک پادری رہا کرتا تھا۔ جو ہین کی فیس ادا کرنے پر راضی ہوگیا

چنانچہ پادری صاحب نے فیس ادا کرنے کا وعدہ کر کے اسے بڑے مدرسے میں بھجوا دیا مگر یہ خرچ ناکافی تھا۔ اس لئے ہین کو اکثر لڑکوں کی کتابوں سے پڑھنا پڑتا تھا۔ اور بعد میں ایک امیر کے لڑکے کا اتالیق بن گیا۔ جس سے اخراجات میں سہولت ہو گئی۔ یہاں لیپزک میں جوں جوں اس پر مصیبتوں کی بوچھار آتی تھی۔ مطالعہ کتب میں محو اور سرگرم رہتا تھا۔ ہین نے لیپزک میں ہی ملازمت حاصل کر لی۔ مگر تھوڑے ہی عرصے بعد بیمار ہو گیا اور تمام اندوختہ خرچ ہو گیا۔ جب بیماری سے صحت پائی۔ تو تصنیف و تالیف کی طرف رجوع کیا۔ اور فرانسیسی ناول کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا۔ اس کے صلے میں اس کو پچاس روپیہ ملے۔ اسی طرح تصنیف و تالیف میں ہین نے چند سال گذارے۔ شادی بھی کر لی ۱۷۶۱ء میں لنڈن میں یونانی زبان کا پروفیسر مقرر ہو گیا اور معقول تنخواہ لینے لگا۔ اب پروفیسر ہین اپنی لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے شہرہ

آفاق ہو گیا۔ سب لوگ اس کی استعداد کی داد دیتے تھے۔ اور اس زمانے کے لاطینی اور یونانی علما سے گوئے سبقت لے گیا۔ آخر سنہ ۱۸۱۲ء میں مر گیا۔ اور لوگوں کو اس کی موت کا بڑا رنج ہوا +

سوالات

۱۔ ہین کون تھا؟

۲۔ ہین نے کس طرح تعلیم حاصل کی +

۳۔ ثابت کرو کہ ہین مطالعہ کا شائق تھا +

۴۔ ہین کہاں پروفیسر ہوا؟

۵۔ تم اس حکایت سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہو +

۳۔ فضول خرچی کا انجام

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک فقیر ہر روز راستہ پر بیٹھا رہتا تھا۔ اور جو آتا۔ خواہ امیر ہو خواہ غریب۔ سب سے ایک ہی درم مانگتا تھا۔ اس اثنا میں ایک فضول خرچ آدمی

بھی پاس سے گذرا۔ فقیر نے کہا۔ کہ گو ہیں کسی
سے ایک درم سے زیادہ نہیں لیتا۔ مگر آپ
سے ضرور کم از کم پانچ دینار لونگا۔ کیونکہ آپ کی
دولت دن بدن کم ہو رہی ہے۔ اور جلدی
ہی وہ وقت آئیگا۔ کہ دولت ختم ہو
جائیگی۔ اور تم میری طرح گداگر ہو جاؤ گے
سو آپ سے لینے کا یہی آخری وقت ہے ✦

۱۸۔ حضرت ابراہیم اور ایک آتش پرست

حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے نیک سیرت
ذی شان اور عالی وقار پیغمبر ہوئے ہیں۔
متوکل اور خدا کی رضا پر شاکر رہتے تھے۔
اور ہمیشہ غریبوں کو مفت کھانا کھلایا کرتے
تھے۔ چنانچہ کئی کئی دن خود کھانا نہ کھاتے
اور اپنا حصہ رکھ چھوڑتے تھے۔ کہ مبادا کوئی
ایسا بھوکا غریب آجائے۔ جو اس کھانے کا
طلبگار ہو۔ عام طور پر رستوں اور جنگلوں
کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ اور بھوکے

مسافروں کی راہ تکتے رہتے تھے۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ گھر سے باہر نکل کر کسی مسافر کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں ایک بوڑھا۔ سفید ریش۔ خمیدہ پشت لڑکھڑاتا ہوا آنکلا۔ حضرت دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ "آئیے آئیے۔ بیٹھئے۔ آپ کی راہ ہی دیکھتا تھا۔ کھانا کھائیے۔ سب کچھ حاضر ہے۔" یہ سن کر بڈھے کی جان میں جان آئی۔ حضرت نے دستر خوان بچھایا۔ اور اسبابِ خور و نوش مہیا کیا۔ اور فرمایا بسم اللہ پڑھئے اور تناول فرمائیے۔ یہ کہہ کر حضرت نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا شروع کیا۔ مگر بڈھا چپکے سے ہی کھانے لگ گیا۔ حضرت نے پوچھا۔ بابا! کھانا کھانے سے پیشتر تمہارے لب ہلتے معلوم نہیں ہوئے؟ اس نے کہا۔ حضرت! میں آتش پرست ہوں"۔ یہ سنتے ہی حضرت طیش اور غضب میں آگئے اور دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ اتنے میں فرشتہ سامنے آموجود ہوا۔ اور حضرت سے

کہنے لگا۔ یا حضرت! خداتعالےٰ اس کو سو برس سے رزق عطا کر رہا ہے۔ زندگی کے سارے سامان اس کے لئے مہیا کئے ہیں۔ کیا آپ کے لئے یہ مناسب ہے۔ کہ اس بڈھے کو صرف اس لئے دھکے دے کر نکال دو۔ کہ آپ کے طریقے پر نہیں چلتا"

سوالات

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیا عادات تھے۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام جنگل کی طرف کیوں دیکھتے رہتے تھے؟

۳- حضرت ابراہیم اور بڈھے کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔

۴- حضرت ابراہیم نے بڈھے کو کیوں نکال دیا؟

۵- تم اس کہانی سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہو؟

۵- دو بیویاں کرنے کی خرابیاں

مبتلا کی شادی ایک شریف خاندان کی لڑکی سے ہوئی۔ جس کا نام غیرت بیگم تھا۔ سات آٹھ سال کے بعد مبتلا نے ایک اور

عورت ہریالی سے نکاح کر لیا۔ اور گھر میں
ماماؤں کی طرح رکھا۔ تاکہ غیرت بیگم پر یہ
راز فاش نہ ہو جائے۔

ہریالی کے نکاح کو ابھی تین ہی مہینے ہوئے
ہونگے۔ کہ ایک بڑھیا نوکری کی تلاش میں
آنکلی۔ اور ہریالی ہریالیَ کہہ کر دروازے
کو دستک دی۔ ہریالی تو اس وقت زنان خانہ
میں سوئی پڑی تھی۔ مگر عیزت بیگم سامنے کمرے
میں موجود تھی۔ بڑھیا اس کے پاس ہی بیٹھ
گئی۔ اور کہا۔ میں ہریالی کو ملنا چاہتی ہوں۔
غیرت بیگم نے پوچھا۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟ ابھی
آجاتی ہے۔ بڑھیا بولی۔ تین مہینے ہوئے۔ کہ
تمہارے میاں اس سے نکاح کر کے لائے تھے
میں پیچھے گھر میں رہی۔ اب گھر والی بھی لکھنؤ
چلی گئی ہے۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ ہریالی
کے پاس آئی ہوں۔ کہ مجھے نوکر رکھ لے۔
وہ میرے کام کاج سے بخوبی واقف ہے۔

عیزت بیگم یہ سن کر آگ بگولہ ہوگئی۔
غصے کا شعلہ تلووں سے اٹھا۔ اور سر تک پہنچا۔

بڑھیا کو کہنے لگی - کہ جاؤ ادھر کمرے میں ہریائی لیٹی پڑی ہے - مگر خود رہ نہ سکی - اٹھ کھڑی ہوئی - اور بڑھیا کی بیٹھ پر ایسا دو ہتھڑ رسید کیا - کہ وہ اوندھے منہ گر پڑی - اور رہے سہے دانت بھی ٹوٹ گئے - آگے بڑھ کر ہریائی کو پکڑا - اور جوتے سے اس کی خوب گت بنائی اتنے میں مبتلا آگیا - بڑھیا کو اٹھایا - اور ہریائی اور غیرت بیگم کو چھڑایا - اسی کشمکش میں غیرت بیگم کے بھائی حاضر و ناظر بھی آ نکلے - انہیں دیکھ کر غیرت بیگم خوب چمکی - ناظر طبیعت کا تیز تھا - بہن کو اس حالت میں دیکھ کر رہ نہ سکا کچھ برا بھلا بولنا ہی چاہتا تھا - کہ بڑے بھائی حاضر نے سمجھایا - کہ دیکھو بھئی! تلملانا اچھا نہیں عزت اور ناموس کا معاملہ ہے - میں مبتلا کو کسی وقت بیٹھ کر سمجھا دونگا ؛

مبتلا ایک تو شرمندہ ہوا ہوا تھا - اور دوسرے حوصلے کا کچا تھا - ڈر کر دیوان خانہ میں جا بیٹھا - اور سوچ رہا تھا - کہ کیا کیا جائے تھوڑے ہی عرصے میں حاضر آگیا - اور کہنے

لگا- بھائی جو کچھ ہوا- سو ہوا- اور جو کچھ ہوا- تھوڑا ہوا- اب گھر کا انتظام کر لو- مبتلا بولا- بھائی! تم ہی میرے رہبر بنو- اور مجھے اس تکلیف سے چھڑاؤ- اگر کہتے ہو- تو ہریالی کو نکال دیتا ہوں- حاضر نے جواب دیا- نہیں نہیں- ہریالی کو نکالنا تمہارے لئے ناممکن ہے- اور دونوں کا اکٹھا رہنا بھی محال ہے- بہت بہت خرابیاں پیدا ہونگی- تمہارے گھر میں کسی کا خون ہو جائیگا- اور تمہارے سارے خاندان کی بے حرمتی ہوگی- بہتر ہے- کہ ان کے واسطے الگ الگ مکان بنواؤ- اور ہر ایک کو الگ الگ خرچ دو- لیکن پھر بھی احتیاط لازم ہے- مبتلا نے اس کی تجویز منظور کر لی- دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھا- اور اپنی زندگی پہلے سے بدتر حالت میں بسر کی +

سوالات

۱- مبتلا کون تھا؟

۲- ہریالی اور غیرت بیگم کون تھیں؟

۳۔ غیرت بیگم نے ہریانی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
۴۔ حاضر و ناظر کون تھے؟ اور حاضر نے کیا صلاح دی؟
۵۔ تم اس کہانی سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہو؟

۶۔ دھوکے باز لومڑی اور گدھا

کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ اور لومڑی اس کی وزیر تھی۔ اتفاقاً شیر بیمار ہوگیا۔ تو لومڑی سے کہنے لگا۔ بی لومڑی۔ آج میں باہر نہیں نکل سکتا۔ جاؤ۔ کچھ شکار لے آؤ۔ لومڑی جب باہر نکلی۔ تو اِسے ایک گدھا ملا۔ کہنے لگی۔ چچا جان۔ سلام۔ آپ اتنے دبلے پتلے کیوں ہو گئے؟ گدھا بولا۔ بیٹا کیا بتاؤں۔ میں کمہار کا گدھا ہوں۔ کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ میرا مالک بڑا سخت آدمی ہے۔ بھاری بوجھ لادتا ہے۔ اور کھانے کو گھاس تک نہیں دیتا۔ صرف کوڑے کرکٹ کے تنکوں پر گذار کرتا ہوں۔

لومڑی نے کہا۔ تو آپ میرے ساتھ چلئے

میں آپ کو لمبی لمبی گھاس میں لے چلتی ہوں
جو ہری - ملائم - مزیدار اور نرم نرم ہے +
گدھا لومڑی کے ساتھ ہو لیا - لومڑی گدھے
کو لے کر شیر کے پاس سے گذری - جب شیر
اچھل کر گدھے کو پکڑنے کے لئے تیار ہوا -
تو گدھا پاؤں کی آہٹ سن کر دُم دبا کر بھاگا
لومڑی کھڑی دیکھتی ہی رہ گئی - بعد میں شیر
سے کہنے لگی - واہ صاحب ! آپ بھی خوب
شکاری ہیں - ایک گدھا بھی نہ مارا گیا - لو
اب میں پھر جاتی ہوں - لومڑی دوبارہ گئی
اور گدھے سے کہا - چچا جان - آخر تم گدھے
کے گدھے ہی نکلے - تم کو اتنا خیال بھی نہیں
آیا - کہ بھتیجی ساتھ ہے - گدھے نے کہا - بیٹا!
بھاگتا نہ - تو کرتا کیا ؟ مر جاتا - میں نے کسی
کے اچھلنے کی آواز سنی تھی - لومڑی بولی
واہ جی واہ - آواز سے بھی ڈر جایا کرتے
ہیں - اگر اس طرح بات بات پر ڈرنے لگے
تو گھاس کیا خاک کھا سکو گے - چلو پھر چلیں
ہری ہری گھاس میں چریں - گدھا لومڑی

کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب شیر کی زد میں آیا تو اُس نے ایسا وار کیا۔ کہ خالی نہ گیا۔ ایسا تھپڑ مارا کہ بچارا گدھا چت ہو گیا۔ پھر تو شیر جھٹ پٹ کھانے لگا۔ لومڑی نے کہا:۔

حضور! یہ بھی کوئی قاعدہ ہے۔ کہ بغیر نہائے دھوئے کے کھانا کھا لینا۔ شیر نے کہا۔ اوہو۔ بھوک لگی تھی۔ یاد نہ رہا۔ یہ کہہ کر شیر تو نہانے چلا گیا۔ لومڑی نے جھٹ آکر گدھے کے کان۔ دل اور گردے کھا لئے۔ شیر نے آکر پوچھا۔ کہ اس کے کان کہاں اڑ گئے۔ دل اور گردوں کو کیا ہوا۔ لومڑی نے کہا بادشاہ سلامت! اگر اس کے کان۔ دل اور گردے ہوتے تو یہ بات سنتا اور سمجھتا۔ پھر یہاں کیوں آتا۔ اور اس طرح کیوں مارا جاتا۔ شیر یہ جواب سن کر چپ ہو گیا۔ اور شیر اور لومڑی نے گدھے کو کھا چبا کر صاف کر دیا *

سوالات

۱۔ شیر اور لومڑی کے درمیان کیا تعلق تھا؟

۲۔ شیر نے لومڑی سے کیا کہا؟

۳۔ لومڑی گدھے کو کس طرح لائی؟

۴۔ گدھا کس طرح مارا گیا؟

۷۔ لطیفہ

ایک کاتب ہمیشہ اصل مسودے کے بعض الفاظ تبدیل کر دیتے تھے۔ اور ان کی بجائے اپنی طرف سے لگا دیتے تھے +

ایک دفعہ کسی آدمی نے قرآن شریف دوبارہ لکھنے کی فرمائش کی۔ اور ساتھ ہی تاکید بھی کی کہ مولوی صاحب "یہ قرآن مجید ہے۔ کلام الٰہی ہے۔ کوئی اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ آپ بھی مہربانی کر کے کوئی لفظ نہ زیادہ کریں۔ اور نہ کم کریں"۔ تھوڑے عرصے بعد کاتب صاحب نے قرآن شریف

لکھ کر پیش کیا۔ اس آدمی نے پوچھا۔ مولوی صاحب! کسی لفظ میں کمی بیشی تو نہیں نا کی؟ مولوی صاحب فرمانے لگے۔ نہیں جناب ایہ تو پاک کتاب ہے۔ اس میں کیا تبدیل کرنا تھا۔ ہاں البتہ بعض بعض جگہ "ابلیس اور شیطان" کا لفظ لکھا تھا۔ میں نے ایسی متبرک کتاب میں یہ لفظ لکھنے مناسب نہیں سمجھے۔ اور ابلیس اور شیطان کی بجائے اپنے والد صاحب یا دادا صاحب کا نام لکھ دیا ہے۔

بچوں کو زیور پہنانے کی خرابیاں

(مکالمہ)

حمیدہ اور زبیدہ دونوں ساس و بہو زنان خانے میں چرخہ کات رہی تھیں۔ کہ ایک مغلانی بدحواس ہو کر آئی۔ چہرے کا رنگ فق تھا۔ بولنے کی طاقت نہ تھی۔

حمیدہ۔ بہن! کیا بات ہے۔ کیوں کانپ رہی ہو؟
مغلانی۔ آج بڑی بری خبر سنی ہے۔ اللہ پناہ

میں رکھے۔ ہمارے پڑوس میں ایک لالہ رہتے ہیں۔ بیچارے کا ایک ہی لڑکا تھا کوئی دو سال کا ہوگا۔ ہزاروں روپوں کا زیور پہنے رہتا تھا۔ کل ایک کہاری بچہ کو باہر لے نکلی۔ کم بخت نے گہنا سارا اتار لیا۔ اور بچے کو کنوئیں میں پھینک دیا

حمید و زبیدہ۔ ہیں۔ یہ کیا غضب ہو گیا۔ وہ کم بخت تو کئی سالوں سے ان کے ہاں نوکر تھی۔

مغلانی۔ جی ہاں۔ نوکر تو تھی ہی۔ مگر نیت بدلتے دیر نہیں لگتی +

حمیدہ۔ تو پھر بچے کا کیا ہوا۔کس طرح پتہ چلا کہ کنوئیں میں ہے؟

مغلانی۔ کل شام ہوگئی۔ بچہ گھر نہ آیا۔ لالہ جی تلاش کے لئے باہر نکلے۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہیں سے پتہ نہ چلا۔ آخر ایک گونگے نے سر پٹنا شروع کیا۔ اور کنوئیں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ سنتے ہی لالہ کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ لوگ جمع ہو گئے

ایک آدمی نے کنوئیں سے مرا ہؤا نکالا۔ باپ تو دھڑم سے فرش پر گر پڑا۔ لوگ ہی بچہ کو کوتوالی لے گئے۔ دیکھا۔ تو آگے وہی کہاری موجود اور بیان لکھا رہی تھی +

زبیدہ۔ تو یہ کس طرح معلوم ہؤا۔کہ یہ چلتر بازی کہاری کی ہی ہے +

مغلانی۔ بیوی جی! وہ کم بخت بچہ کو کنوئیں میں پھینک۔ زیور چھپا کر صراف کی دکان پر بیچنے چلی گئی۔ گردن پر خون سوار تھا منہ سے بات تک نہ نکلی۔ پولیس والے بڑے سیانے ہوتے ہیں۔ پاس ہی پہرہ دار سپاہی بھی کھڑا تھا۔ جھٹ تاڑ گیا۔ کہ یہاں کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ گرفتار کر لیا۔ تلاشی لی۔ تو اور زیور بھی نکلا۔ ایک بالی خون سے بھی لتھڑی تھی۔ معلوم ہؤا۔کہ یہ فلاں لالہ کے گھر کے زیور ہیں۔ پس اسی وقت کوتوالی پہنچا دی گئی +

حمیدہ۔ تو اب پھانسی پائیگی یا بچ جائیگی؟

مغلانی۔ پھانسی پائے۔ یا کھڑی چنوا دی جائے

بچہ تو اب پیدا ہونے سے رہا ÷

حمیدہ - یہ کم بخت کہاریاں ہوتی ہی ایسی ہیں

زبیدہ - نہیں پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں

مغلانی - جی! کھانے کے وقت تو سب برابر ہوتی ہیں - آئے دن ایسی ہی خبریں سنتے ہیں - مگر ہندوستانی بچوں کو زیور پہنانے سے باز نہیں رہتے -

حمیدہ - بہن! اس لحاظ سے انگریز اچھے - زیور سے [illegible]ط ہی نہیں رکھا صرف صفائی سے مطلب ÷

مغلانی - تو ان کے بچے بھی تو کنوئیں میں نہیں پھینکے جاتے ÷

زبیدہ - بے شک بہن - لیکن - اب تو ہندوستان میں بھی پڑھے لکھے آدمی بچوں کو زیور نہیں پہناتے - پہلے سے تو بہت کچھ آرام ہو گیا ہے - خدا کرے یہ زیور پہنانے کی رہی سہی رسم بھی ہندوستان سے غارت ہو -

زبیدہ حمیدہ و مغلانی - آمین ثم آمین ÷

سوالات

۱- حمیدہ و زبیدہ گھر میں کیا کر رہی تھی؟

۲- مغلانی نے کیا خبر سنائی؟

۳- بچہ کس طرح کنوئیں میں ڈالا گیا؟

۴- کٹناری کس طرح پکڑی گئی؟

۵- اس کہانی سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہو؟

چوتھا حصّہ

عرائض و متفرقات

(۱) تھانیدار صاحب کی خدمت میں نقب زنی کے متعلق رپورٹ لکھو۔

جناب تھانیدار صاحب تھانہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ÷

جناب عالی

گذارش ہے۔ کہ آج آدھی رات کے قریب ہم

اپنے کوٹھے پر سوئے ہوئے تھے۔ کہ یکایک
دیوار کے ساتھ کھٹ کھٹ کی آواز نے
مجھے جگا دیا۔ اٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ دیوار کی
طرف دھیان کیا۔ تو دو آدمی بھاگتے ہوئے
نظر آئے۔ اور وہ سیدھے بھنگیوں کے محلے
کی طرف چلے گئے۔ ہمارے مکان کی شمالی
دیوار میں کسی آلے سے سوراخ کیا گیا ہے۔
جس میں سے آدمی بخوبی گذر سکتا ہے۔ مگر
نقصان نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہردو چوروں
میں ایک مہنگا بھنگی ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلے
بھی تین دفعہ چوری کے الزام میں پکڑا گیا
ہے۔ اور سزا یافتہ بھی ہے۔ لہذا التماس ہے
کہ مناسب تفتیش کی جائے +

عرضی

فدوی رام سنگھ ساکن اکال گڑھ
تھانہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
۲۰ جولائی ۲۵ء

(۲) سکرٹری صاحب کمیٹی کو کوچہ کی صفائی کے متعلق عرضی لکھو۔

بخدمت جناب سکرٹری صاحب بہادر میونسپل کمیٹی لاہور

جناب عالی

گذارش ہے۔ کہ ہم کوچہ رام گلی میں رہنے والے ہیں۔ اس کوچہ میں صفائی کا انتظام اچھا نہیں۔ ہر وقت تعفن اور بدبو رہتی ہے۔ بدرو نا صاف اور کوڑے کے ڈھیر کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ بھنگی عموماً غیر حاضر رہتا ہے۔ اگر آتا ہے تو بے وقت۔ ماشکی کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کئی دفعہ بھنگی اور ماشکی کو تنبیہ بھی کی گئی ہے مگر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اگر اسی طرح ہمارا کوچہ گندا اور ناصاف رہا۔ تو بیماری کا اندیشہ ہے۔ لہذا بذریعہ عرضی ہذا التماس ہے۔ کہ ہمارے کوچہ کی صفائی کی طرف توجہ کی جائے۔ اور ملازمین حلقہ متعلقہ کو فہمائش کی جائے۔ زیادہ آداب +

عرضی

فدویان۔ رام چند۔ کرم سنگھ۔

کرم چند۔ دین محمدؐ۔ وغیرہ
کوچۂ رام گلی لاہور۔
۲۰ر اگست ۲۵ء

۳۔ ہیڈ ماسٹر کی خدمت میں ڈسچارج سرٹیفکیٹ کے بارے میں درخواست لکھو:۔

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اسلامیہ ہائی سکول گھیانہ دام اقبالہٗ

جناب عالی

گذارش ہے۔ کہ میرے والد صاحب کی تبدیلی تھانہ گوجرہ ضلع لائل پور میں ہوگئی ہے۔ اِس واسطے ہم سب کو ان کے ہمراہ وہاں جانا پڑا ہے۔ لہذا التماس ہے۔ کہ بندہ کو ڈسچارج سرٹیفکیٹ عنایت فرمائیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ زیادہ آداب۔

آپ کا اقبال دن بدن ترقی پر ہو

عرضی
فدوی خدابخش طالب علم
جماعت ہفتم اسلامیہ ہائی سکول گھیانہ آج مورخہ ۱۸ر جون ۲۵ء

۴- درخواست برائے داخلہ مدرسہ

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب مشن سکول نارووال

جناب عالی

گذارش ہے۔کہ میں اس سے پیشتر خالصہ سکول سیالکوٹ میں جماعت ہفتم میں تعلیم پاتا تھا۔ اب میرے والد صاحب کی تبدیلی تھانہ نارول میں ہوگئی ہے۔لہذا بذریعہ عرضی ہذا التماس ہے۔کہ بندہ کو جماعت ہفتم میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ڈسچارج سرٹیفکیٹ شامل عرضی ہذا ہے۔زیادہ آدب

آپ کا اقبال ترقی پر ہو

عرضی

فدوی گنڈا سنگھ طالب علم

جماعت ہفتم

۱۰ جولائی ۱۹۵۰ء

۵- وی-پی فارم کی خانہ پری

مبلغ دو روپے بارہ آنے صرف

عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب
انار کلی بازار لاہور

عطر چند بقلم خود ۲۵/ اکتوبر ۶۲ء

عمار --- ۱۲

بخدمت بابو رحیم بخش صاحب طالب علم جماعت ہفتم
مسلم ہائی سکول
بٹالہ ضلع گورداسپور

طلباء خود خانہ پری کریں

۶۔ کرایہ نامہ

منکہ محمد بشیر ولد محمد نذیر قوم شیخ ساکن لاہور کوچۂ گندیگراں کا ہوں جو کہ ایک قطعہ مکان سہ منزلہ بہ تعمیر پختہ واقعہ کوچۂ مذکور شہر لاہور مملوکہ و مقبوضہ چودھری خادم علی ولد حسن علی ساکن لاہور محلہ تیر گراں ہے۔ مالک مذکور سے بتقرر بارہ روپے ماہوار یکم جولائی سے ۲۵ء کرایہ پر لیا ہے۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ کرایہ مقرر ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اور جس قدر روپے دونگا اس کرایہ نامہ کی پشت پر درج کرادونگا یا علیحدہ رسید لے لونگا۔ اگر مالک مذکور مکان خالی کرانا چاہیگا۔ تو پندرہ دن پہلے اطلاع دیگا۔ یہ کرایہ نامہ لکھدیا۔ کہ سند رہے۔ بتاریخ ۱ر جولائی ۲۵ء

محمد بشیر طالب علم بقلم خود

گواہ شد — لاہور رام چند ولد گنپت رام

گواہ شد — محمد بشیر ولد محمد نذیر کوچہ گندیگراں لاہور

گواہ شد — کریم بخش ولد دین محمد لاہور

نوٹ:۔ کرایہ کے واسطے اسٹامپ اتنی ہی قیمت کا خریدنا چاہیئے۔ جتنا۔

۷۔ پارسل کے گم ہو جانے کے بارے میں سٹیشن ماسٹر صاحب کی خدمت میں شکایت لکھو۔

بخدمت جناب سٹیشن ماسٹر صاحبِ امرتسر دام اقبالہٗ

جناب عالی

گذارش ہے۔ کہ ۱۲ار جون ۲۵ء کو میرے ایک دوست نے لاہور سے ایک بنڈل کتابوں کا سٹیشن امرتسر کی معرفت بھیجا۔ آج بیس روز ہو گئے۔ کہ وہ بنڈل مجھے نہیں ملا۔ میں نے کئی دفعہ کلرکوں سے دریافت کیا ہے۔ مگر تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ لہذا التماس ہے۔ کہ پارسل کی تحقیقات کر کے بندہ کو مطلع کریں ÷

بلٹی کا نمبر = ۵۰۲۵ ہے

عرضی

فدوی رام چند دکاندار

ہال دروازہ امرتسر

آج مورخہ یکم جولائی ۲۵ء

بقیہ صفحہ گذشتہ) سال کے کرایہ کے واسطے تمسک کی ضرورت ہے ÷

۸ - پوسٹ ماسٹر صاحب کی خدمت میں ڈاک نہ ملنے کی شکایت لکھو۔

بخدمت جناب پوسٹماسٹر صاحب جنرل لاہور دام اقبالہٗ +

جناب عالی

گذارش ہے۔کہ تقریباً مہینہ بھر سے میرے خطوط و پارسل وغیرہ مجھے باقاعدہ اور وقت پر نہیں ملتے۔ صبح کی ڈاک عموماً دو بجے ملتی ہے۔اور چار بجے کی شام کو اور بعض بعض دفعہ اگلے دن صبح کو۔ علاوہ ازیں کئی دفعہ ایسا بھی ہوُا ہے۔کہ میرے خطوط کسی دوسرے شخص نے مجھے دئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوُا۔کہ چھٹی رسان صاحب فلاں جگہ ملے تھے۔ مجھے اپنی ڈاک کے متعلق سخت شکایت ہے۔ لہٰذا التماس ہے۔کہ مناسب انتظام کیا جائے۔ اور چھٹی رساں متعلقہ کو تنبیہ کی جائے۔

زیادہ اداب

آپ کا اقبال دن بدن ترقی پر ہو

عرضی

فدوی احمد حسین - ڈبی بازار

لاہور

نوٹ خیال رہے کہ محکمۂ ڈاک کے متعلق ہر ایک قسم کی شکایت بیرنگ لفافہ میں بھیجتے ہیں ؂